عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

# ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۱۶ تا ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ رجون ۲۰۱۸ء | شمارہ ۲۱

امیر المؤمنین
حضرت علی
کرّم اللہ وجہہ

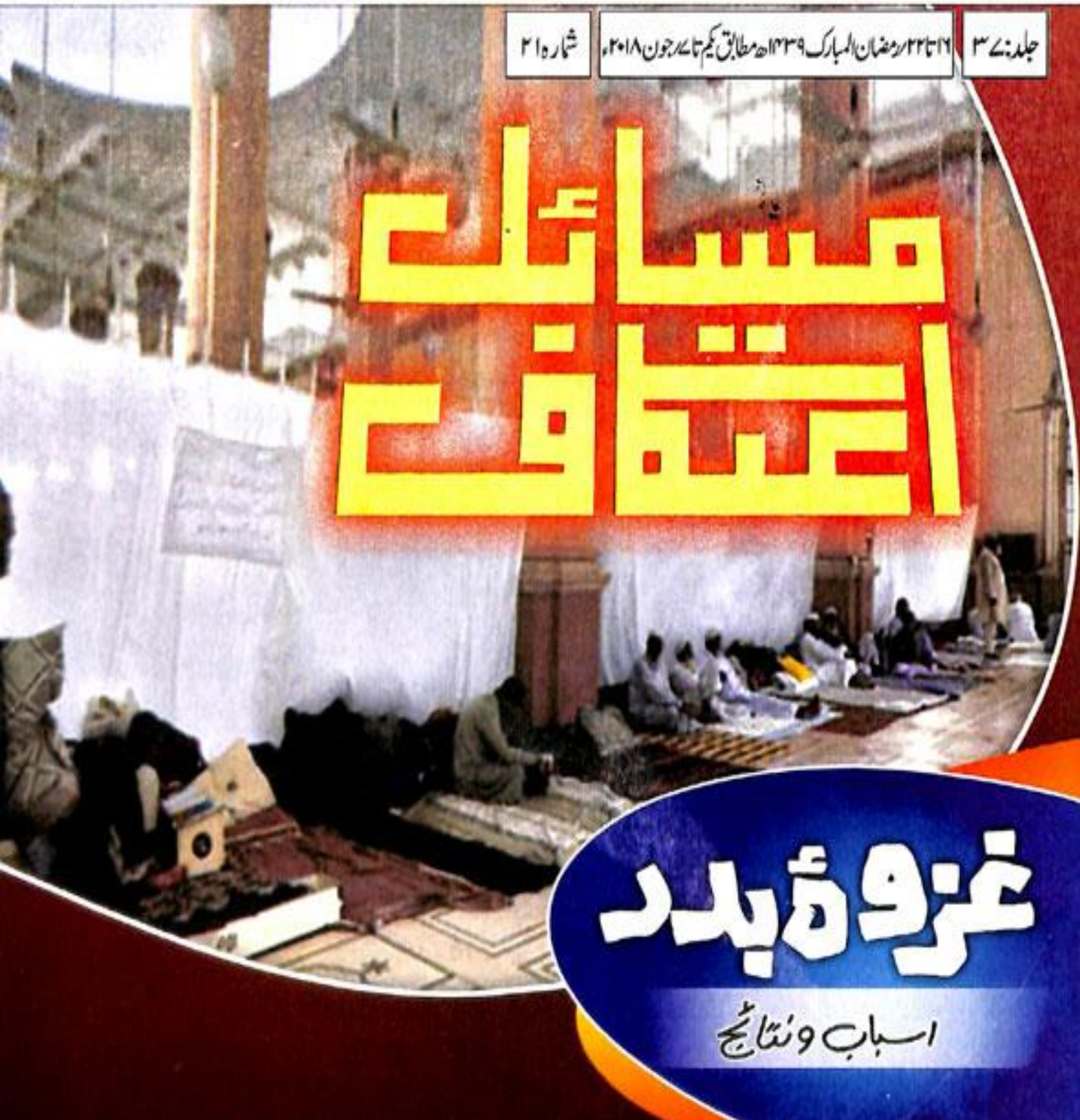

# مسائل اعتکاف

## غزوۂ بدر

اسباب و نتائج

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

## منّت وصدقہ کی حیثیت

س:......ایک آدمی نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں فقراً میں ۵۰۰ دیگیں تقسیم کروں گا۔ اس کا کام پورا ہوگیا، پوچھنا یہ ہے کہ اب اس کے لئے ۵۰۰ دیگیں تقسیم کرنا ہی ضروری ہے یا اتنی رقم سے کسی مستحق کو راشن دینا، کسی غریب کی شادی کا سامان دینا، یا کسی غریب کے علاج معالجہ وغیرہ پر بھی خرچ کرسکتے ہیں؟

ج:......کام پورا ہوجانے پر نذر کو پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے، کیونکہ یہ صدقاتِ واجبہ کی قبیل سے ہے اور صدقات واجبہ کی ادائیگی میں بنیادی فلسفہ فقراً اور غربأ کی ضروریات کی تکمیل اور ان کی حاجت براری ہے۔ اس لئے منت ماننے والے کو اختیار ہے کہ وہ ۵۰۰ دیگیں تقسیم کرے یا پھر محتاجوں کی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے اتنی رقم ان لوگوں میں تقسیم کردے یا اتنی رقم کا سامان راشن وغیرہ یا جو ضرورت ہو، لے کردے دے، اس کی منت پوری ہوجائے گی۔

## روزہ میں انہیلر کا استعمال

س:......کیا روزے کی حالت میں انہیلر استعمال کرسکتے ہیں؟

ج:......روزے کی حالت میں انہیلر استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس میں دوا شامل ہوتی ہے جو پمپ کے ذریعے پھیپھڑوں میں اور معدہ میں داخل ہوجاتی ہے اور معدہ میں غذا یا دوا داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

## روزہ میں آنسوؤں کا منہ میں چلے جانا

س:......روزے دار کے آنسو اگر منہ میں چلے جائیں تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

ج:......آنسو اگر زیادہ مقدار میں ہوں، منہ میں چلے جائیں اور حلق میں اس کا ذائقہ بھی محسوس ہو رہا ہو تو روزہ فاسد ہوجائے گا بعد میں قضا کرنی ہوگی۔

## بے وضو قرآنی آیات کو ہاتھ لگانا

س:......اخبار میں یا کتابوں پر یا کسی بھی جگہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو کیا اس کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز ہے؟

ج:......قرآن مجید کی آیات جس جگہ لکھی ہوں اس جگہ ہاتھ لگانا بغیر وضو کے جائز نہیں اس جگہ کو ہاتھ نہ لگائیں، دوسری جگہ کو ہاتھ لگانا بلاشبہ درست ہے۔

س:......کیا سخت سے سخت گناہگار مسلمان بھی جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا یا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

ج:......جہنم میں جانے والے مسلمان ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، بلکہ اپنے اپنے گناہوں کی سزا پاکر جلد یا بدیر جنت میں ضرور داخل ہوں گے اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے، البتہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

## جمعۃ الوداع میں قضائے عمری کے نام سے نماز پڑھنا

س:......رمضان کے آخری جمعہ کو کیا قضائے عمری کے لئے جماعت کرنا اور اس میں شامل ہونا سنت اور حدیث سے ثابت ہے؟ کیا اس سے زندگی بھر کی قضا شدہ نمازیں معاف ہوجائیں گے؟

ج:......قضائے عمری کے نام سے رمضان کے آخری جمعہ کو جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ محض بے اصل اور بدعت ہے، اس سے بچنا واجب ہے، ایسی کوئی جماعت یا نماز نہیں ہے کہ جس کو پڑھنے سے زندگی بھر کی قضا شدہ نمازیں معاف ہوجائیں۔ قضا شدہ نمازوں کے لئے اصول یہ ہے کہ پہلے ان کا حساب کیا جائے اور پھر ان کو ایک ایک کرکے ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ واستغفار کی جائے کہ ہم سے نمازیں قضا ہوئیں اور آئندہ نماز قضا کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

# ختم نبوۃ

ملتان

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۷ ۱۶ تا ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ رجون ۲۰۱۸ء شمارہ:۲۱

## اس شمارے میں!

| | | |
|---|---|---|
| رحمتوں اور برکتوں کا موسم بہار | ۵ | محمد اعجاز مصطفی |
| بنیادی انسانی حقوق کا فلسفہ..... | ۹ | مولانا مفتی محمد نعیم مدظلہ |
| امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ | ۱۱ | انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی |
| مسائل اعتکاف | ۱۳ | ڈاکٹر مفتی عبدالواحد، امریکا |
| ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ | ۱۷ | مولانا توصیف احمد |
| غزوۂ بدر.... اسباب و نتائج | ۱۹ | چوہدری افضل حق مرحوم |
| نزول عیسیٰ علیہ السلام (۲۲) | ۲۴ | حافظ عبیداللہ |
| معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۳۲) | ۲۷ | مولانا فضل محمد یوسف زئی |

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

## بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(الائیڈ بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(الائیڈ بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلوی

## جہاد فی سبیل اللہ و شہادت

**حدیث قدسی ۹:** حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ شہید ہوتے ہیں اور جو غیر شہید ہیں یعنی اپنے بچھونوں پر مرتے ہیں یہ دونوں فریق رب العزت کے سامنے طاعون سے مرنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گے، شہدا تو یہ کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں، کیونکہ یہ بھی ہماری طرح قتل کیے گئے ہیں اور غیر شہید یہ کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں کیونکہ یہ اپنے بچھونوں پر مرے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: طاعون سے مرنے والوں کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم شہیدوں کے زخموں کے مشابہ ہوں تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے، پس جب طاعون والوں کے زخم دیکھے جائیں تو وہ شہدا کے مثل ہوں گے۔ (احمد، نسائی)

**حدیث قدسی ۱۰:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے اور آپ نے فرمایا: اے جابر! یہ کیا بات ہے، میں تم کو کچھ شکستہ خاطر اور مغموم دیکھتا ہوں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے کافی بال بچے چھوڑے ہیں اور کچھ قرضہ بھی چھوڑا ہے۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس بات کی بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ سے کس طرح ملاقات کی؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے کلام نہیں کیا، لیکن تمہارے باپ کو زندہ کر کے اپنے روبرو طلب کیا اور فرمایا: اے میرے بندے! اپنی خواہش بتا تاکہ پوری کردوں۔ تمہارے باپ نے کہا: اے میرے رب! مجھے دوبارہ دنیاوی زندگی دیدے تاکہ تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں ارشاد ہوا: اس امر کا میری طرف سے پہلے ہی اعلان ہو چکا ہے کہ مرنے والے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جائیں گے، پس یہ آیت نازل ہوئی: ''ولا تحسن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً.... الآیۃ۔ (ترمذی)

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو۔

---

## تنہا نماز پڑھنے کا طریقہ

(گزشتہ سے پیوستہ) انگلیوں کو قدرتی (اصلی) حالت میں رکھیں تاکہ اس کے سرے قبلے کی طرف رہیں اور نظر اپنی گود پر رکھیں اور تشہد پڑھیں: ''التحیات للہ والصلوۃ والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصلحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ''

نوٹ: جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچیں تو سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو مٹھی کی طرح بند کر کے شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کریں یعنی ''لا الہ'' پڑھتے ہوئے مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی اٹھائیں اور ''الا اللہ'' پڑھتے ہوئے جھکا دیں اور آخر تک ہاتھ اسی طرح مٹھی بند اور شہادت کی انگلی جھکی رہنے دیں (اگر اس دوران سیدھا ہاتھ کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے تو اس کے بعد مٹھی نہ بنائیں بلکہ انگلیاں سیدھی اپنی اصلی حالت میں قبلہ رخ ہی رکھیں)۔

اگر آپ کی نماز تین رکعات یا چار رکعات والی ہے تو التحیات یعنی پورا تشہد پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں اور اپنی رکعتیں پوری کریں۔ اس کے بعد قعدہ کریں جو کہ قعدہ اخیرہ کہلاتا ہے اور اس قعدہ اخیرہ میں پوری التحیات پڑھنے کی مقدار تک بیٹھنا فرض ہے۔ التحیات پوری پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھیں:

''اللّٰہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آلِ ابراہیم انک حمید مجید. اللّٰہم بارک علی محمد وعلی آلِ محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید''

اس کے بعد دعا پڑھیں:

''اللّٰہم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم''

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتہم

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

# رحمتوں اور برکتوں کا موسمِ بہار!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جسم اور روح دو چیزوں کا مرکب بنایا اور ہر ایک کی حیات ودوام کے لئے اس کے مناسب رزق اور غذا کا انتظام کیا۔ روح آسمان سے آئی، اس کی بقا، صحت، آبیاری اور تروتازگی کا سامان بھی اوپر سے آیا۔ جسم مٹی سے بنایا گیا، اس کی حفاظت، بودوباش، خوراک اور علاج کی تمام تر سہولیات اسی زمین میں ودیعت رکھی گئیں۔ دونوں کی مناسب دیکھ بھال، نشوونما اور حفاظت ہر انسان پر لازم اور ضروری ہے۔

جسم مٹی سے بنا ہے، اس نے ایک دن مٹی ہونا ہے۔ روح امرِ ربی ہے، اس نے ایک دن اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ روح کے طاقت ور ہونے سے جسم بھی طاقت پکڑتا اور محفوظ ہوتا ہے، لیکن جسم کے طاقت ور اور قوی ہونے سے روح کبھی طاقت ور اور مضبوط نہیں ہوتی۔

اس دنیا میں ہمارا جسم غالب اور روح مغلوب نظر آتی ہے، لیکن آخرت میں روح غالب اور جسم مغلوب ہوگا۔ ایک مسلمان، مومن، فرماں بردار، صادق، صابر، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے والا، روزہ دار، عفت مآب اور اپنے رب کو یاد رکھنے والا وہ اس پر ایمان رکھتا ہے کہ یہ دنیا عارضی اور کھیل تماشا ہے، اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ جو وہاں کامیاب ہوا وہ حقیقی کامیاب ہے اور جو وہاں ناکام ہوا وہی حقیقت میں ناکام و نامراد ہے۔

انسان کو ناکام ونامراد کرنے کے لئے ایک طرف شیاطین اور اس کے آلۂ کار ہمہ وقت اور ہمہ جہت مصروفِ عمل اور کارِ مسلسل میں ہیں۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے راندۂ درگاہ کیا تو اس نے کہا تھا:

’’لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ۔‘‘ (الاعراف:۱۶،۱۷)

ترجمہ: ’’میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر، پھر ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکر گزار۔‘‘

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کی طلب اور استقامت کا حکم دیا ہے:

’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔‘‘ (الفاتحہ:۶،۷)

ترجمہ: ’’بتلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا۔‘‘

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو متنبہ اور خبردار کیا کہ:

’’إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوْ حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ۔‘‘ (الفاطر:۶)

ترجمہ: ’’تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم بھی سمجھ رکھو اس کو دشمن، وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوں دوزخ والوں میں۔‘‘

انسان کو ورغلانے اور پھسلانے کے لئے شیطان کا ایک مؤثر ہتھیار اور اسلحہ دنیا کی رنگینی دکھانا اور آخرت کے متعلق غفلت میں ڈالنا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔‘‘ (فاطر:۵)

ترجمہ: ’’اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے، سو نہ بہکائے تم کو دنیا کی زندگانی اور نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز۔‘‘

اس شیطانی تأثر کی وجہ سے دنیا کی حقیقت اور بے ثباتی ہماری نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہے، دلوں پر غفلت چھا جاتی ہے، صحیح اور غلط کا امتیاز مٹ جاتا ہے، ایمان کمزور ہوجاتا ہے، اعمالِ صالحہ کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے غفلت کو دور کرنے کے لئے بندوں کے ضعفِ ایمان اور ناکارہ اعمال کو از سرِ نو قوی اور کامل بنانے کے لئے رمضان المبارک کے چند گنتی کے دن عطا فرمائے، تا کہ انسان متقی اور فلاح یاب ہوجائے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

’’يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔‘‘ (البقرۃ:۱۸۳،۱۸۴)

’’اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ، جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر، تا کہ تم پرہیزگار ہوجاؤ، چند روز ہیں گنتی کے۔‘‘

یعنی روزہ کا مقصودِ اصلی تقویٰ کا حصول ہے، جس کے سبب اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوتا ہے اور سب مادی وطاغوتی طاقتیں حق تعالیٰ کے سامنے پاش پاش ہوجاتی ہیں، تقویٰ کی وجہ سے ہر قسم کی فلاح بندہ کو نصیب ہوتی ہے۔ جس کے دل میں تقویٰ ہے، اس کے اوپر کسی کا تسلُّط نہیں چلتا، نہ نفس کا، نہ شیطان کا، نہ باغیوں کا۔ تقویٰ مؤمن کے لئے ڈھال ہے۔ عبادت کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے، اس کے ساتھ ایک تعلق قائم کرتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ قوت وطاقت کی اصل روح تعلق مع اللہ ہی ہے، جس کا تعلق رب العالمین اور احکم الحاکمین سے مضبوط ہو اس کی طاقت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس تعلق اور نسبت کو پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ظاہری اور باطنی تمام احکامات پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہے، جن میں سے ایک ذریعہ روزہ بھی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’الصوم لی وانا اجزی به‘‘... ’’روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر اور جزاء میں خود دوں گا۔‘‘ محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

’’اس زمانہ کے نوتعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کہ دین کو ظاہری ترقی سے کیا تعلق ہے؟! گویا بالفاظِ دیگر دین کی پابندی کو دنیاوی ترقیات میں حائل سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی اس بے سروپا بات پر مجھ کو یہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ: ’’ایک طبیب نے بادشاہ کو امراضِ چشم کے لئے کفِ پا میں مہندی لگانے کو بتایا، اس پر خواجہ سرا صاحب سے صبر نہ ہوسکا اور ناقدانہ انداز میں بولے کہ: جناب حکیم صاحب! کفِ پا اور چشم میں کیا تعلق ہے؟ طبیب نے فوراً منہ توڑ جواب دیا کہ: کفِ پا اور چشم میں وہی تعلق ہے جو خصیتین اور داڑھی میں ہے، یعنی یہ تو تجھے بھی تسلیم بلکہ مشاہدہ ہے کہ اگر خصیے نکال دیے جائیں تو داڑھی نہیں نکلتی ہے اور اس تعلق کو تو کھلی آنکھوں اپنی ہی ذات میں دیکھ رہا ہے تو کفِ پا و چشم کے

تعلق پر کیوں اعتراض وتعجب ہے؟! تو جیسے خواجہ سرا صاحب کی سمجھ میں کفِ پا و چشم کا تعلق نہیں آیا تھا، ایسے ہی ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوان کی سمجھ میں دین اور ترقی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا، حالانکہ یہ تعلق اس تعلق سے بہت زیادہ ظاہر ہے۔ صدیوں تک مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ کفار نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ دین کی پابندی نے مسلمانوں پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھول دیئے ہیں، اور مسلمانوں نے (جب سے) دین کی پابندی چھوڑنا شروع کردی ادھر ترقی نے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔" (بصائر وعبر، ج:۲، ص:۴۳۴،۴۳۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ویسے تو دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح کے لئے ہمیں چند فرائض وحقوقِ واجبہ کا مکلف بنایا ہے، مگر اس ماہِ مبارک میں چند نوافل و مستحبات کے اضافہ کے ساتھ ہمیں زیادہ سے زیادہ حلاوتِ ایمانی، اعمال کی پاکیزگی اور اپنی حصولِ رضا کا موقع عطا فرمایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اُمتِ محمدیہ (ﷺ) پر اس لئے یہ احسان وانعام فرمایا کہ ان کے محبوب ﷺ اپنی امت کے فائز المرام ہونے پر خوش ہوجائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس اعلان کا مصداق بنیں کہ:

"وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔"

"اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب، پھر تو راضی ہوگا۔"

اس لئے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس ماہِ مبارک کے تمام لمحات ایسے گزاریں جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہیں، یعنی اس بات کا اہتمام کہ اعمالِ صالحہ کی کثرت کریں گے اور اس بات کی احتیاط کہ تمام ظاہری وباطنی گناہوں سے بچیں گے۔ حضور اکرم ﷺ رجب کا چاند دیکھتے ہی ماہِ رمضان کی طلب اور تمنا میں لگ جاتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ کی ایک دعا ہے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔"

ترجمہ: "اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجیے۔"

آپ ﷺ شعبان المعظم میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے، پھر آپ ﷺ نے شعبان المعظم کے آخری دنوں میں رمضان کے متعلق ایک تفصیلی خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں رمضان کی فضیلت، اہمیت کے ساتھ ساتھ چند اہم کاموں اور باتوں کا حکم دیا، فرمایا کہ: عظمت اور برکت والا مہینہ آرہا ہے، جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس ماہ میں ایک نفل فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرائض کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور خیرخواہی کا مہینہ ہے۔ اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ روزہ افطار کرانے کا اجروثواب، گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی اور روزہ دار کے برابر روزہ افطار کرانے والے کو ثواب کی صورت میں ملتا ہے۔ اس ماہ کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت، تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ رمضان المبارک میں ملازم سے کام ہلکا لینے کی سفارش فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے رمضان میں چار کام کرنے کا حکم فرمایا ہے: ۱:- "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی کثرت، ۲:- استغفار کی کثرت، ۳:- جنت کا سوال، ۴:- جہنم سے پناہ۔

رمضان شریف میں دو عبادتیں سب سے بڑی ہیں: ۱:- کثرت سے نمازیں پڑھنا، اس میں تراویح کی نماز بھی شامل ہے، اس کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کا خاص طور پر اہتمام ہونا چاہئے، حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ: یہ تراویح بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ مقاماتِ قرب عطا فرمائے ہیں، اس لئے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، جن میں چالیس سجدے کیے جاتے ہیں اور ہر سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ کوئی اور مقام نہیں ہوسکتا۔

۲:- اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کی کثرت کرنا چاہئے اور یہ تلاوتِ قرآن کئی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ جب ایک آدمی دل میں عقیدت، عظمت ومحبت اور یہ خیال کرکے تلاوت کرتا ہے کہ اللہ پاک سے ہم کلامی کی سعادت حاصل ہورہی ہے تو یہ دل کی عبادت ہے۔ زبان بھی تکلم کرتی ہے، یہ زبان کی عبادت ہے۔

کان سنتے جاتے ہیں، اور آنکھیں کلام الٰہی کی عبارت کے نقوش کی زیارت کرتی ہیں۔ تو گویا تلاوت کے وقت کئی اعضاء شریک ہوتے ہیں اور ان تمام اعضاء کو عبادات میں جداگانہ ثواب ملتا ہے، ان اعضاء کا اس سے زیادہ اور کیا صحیح مصرف ہوسکتا ہے اور یہ سعادتیں ہی نہیں، بلکہ ان میں تجلیاتِ الٰہی مضمر ہیں۔ نور حاصل ہوتا ہے اور نور کے معنی روشنی کے نہیں، بلکہ طمانیتِ قلب اور اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کے ہیں۔

جب تلاوت سے تکان ہونے لگے تو قرآن کریم بند کر دیں اور پھر چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کلمہ طیبہ کا ورد رکھیں، دس پندرہ مرتبہ "لا إله إلا الله" تو ایک بار "محمد رسول الله" پڑھتے رہیں۔ ان متبرک ایام میں اگر ذکر اللہ کی عادت ہوگئی تو پھر ان شاء اللہ! ہمیشہ اس میں آسانی ہوگی۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ پر درود شریف کی بھی کثرت رکھیں، جن کی بدولت ہمیں یہ سب دین و دنیا کی نعمتیں مل رہی ہیں۔ استغفار کی کثرت کریں، یعنی اللہ تعالیٰ کی طاعات و عبادات میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔ اس طرح ایک مومن روزے دار کی ساری ساعتیں عبادت میں شمار کی جائیں گی۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہ کا ملفوظ ہے کہ اگر توفیق و فرصت مل جائے تو بڑے کام کی بات بتا رہا ہوں، تجربہ کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ نماز عصر کے بعد مسجد میں بیٹھے رہیں اور اعتکاف کی نیت کر لیں قرآن کریم پڑھیں، تسبیحات پڑھیں اور غروب آفتاب سے پہلے "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم" اور کلمۂ تمجید "سبحان الله و الحمد لله ولا إله إلا الله و الله أكبر" پڑھتے رہیں اور قریب روزہ کھولنے کے خوب اللہ پاک سے مناجات کریں اور اپنے حالات و معاملات پیش کریں، دنیا کی دعائیں مانگیں۔ اس ماہ مبارک میں ہر نیک عمل کا ستر گنا ثواب ملتا ہے، چنانچہ جہاں عبادات وغیرہ ہیں وہاں اس ماہ مبارک میں صدقہ و خیرات اپنی حیثیت کے مطابق خوب کرنا چاہئے، اپنی حیثیت کے مطابق جس قدر ممکن ہو یہ سعادت بھی حاصل کریں۔

اسی طرح اپنے مرحوم اعزہ و آباؤ اجداد اور احباب کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بھی بڑے ثواب کا کام اور بہترین صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد والدین کے حقوق ہم پر واجب فرمائے ہیں، انہوں نے ہمیں پالا، ہماری پرورش کی، دعائیں کیں، راحت پہنچائی، ان کا بہت بڑا حق ہے، کیونکہ والدین کو اللہ تعالیٰ نے مظہرِ ربوبیت بنایا ہے، اس عملِ خیر کا ثواب ہمیں بھی اتنا ہی ملے گا جتنا ہم انہیں ہدیہ کر رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ ملے گا، کیونکہ یہ ہمارا ایثار ہے اور اس کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

اس رمضان المبارک میں ہمیں اس بات کی طرف بھی غور کرنا ہے کہ میں نے اپنا ایمان اور اسلام ٹھیک کرنا ہے۔ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہمارے ایمان کا، ہمارے دین کا، ہمارے اسلام کا، ہمارے رب اور ہمارے نبی ﷺ کا ہم سے کیا مطالبہ ہے؟! ہم مسلمان ہیں تو کس صورت میں؟! اور مومن ہیں تو کیسے مومن ہیں؟! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کیا بتایا ہے؟! اس کی کیا تشریح کی ہے کہ ایمان والے کون ہوتے ہیں اور مسلم کیسے ہوتے ہیں؟! ورنہ دنیا اور آخرت کے بڑے خسارے میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ آج ہم اپنی خواہشات کے بندے بنے ہوئے ہیں، نہ قرآن کو دیکھتے ہیں، نہ اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا خیال ہے۔ سب کے سب شعورِ ایمانی اور شعائرِ اسلام سے بے گانہ ہوئے جا رہے ہیں۔ بھائی! آخرت کا معاملہ بڑا سنگین ہے، جہالت میں پڑ کر مطمئن نہیں رہنا چاہئے۔

اب جائزہ لیجئے کہ دین کے ہر شعبے میں ہم کس قدر فرائض و واجبات ادا کر رہے ہیں اور کس قدر گناہوں سے بچ رہے ہیں۔ دین کے پانچ اجزاء ہیں: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات۔ انہیں پانچ شعبوں سے متعلق احکاماتِ الٰہیہ کا نام دین ہے، جس پر ہم سب کو عمل کرنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بے انتہا فضل و کرم ہے کہ ہمیں نبیِ رحمت ﷺ کے توسل سے رمضان المبارک کی صورت میں وہ دولت گراں قدر حاصل ہے کہ عالمِ امکان میں کسی اُمت کو حاصل نہیں۔ اس لئے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کی تمام ساعات اور لمحات کو قیمتی بنانا چاہئے۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

# بنیادی انسانی حقوق کا فلسفہ اور اسلامی تعلیمات

مولانا مفتی محمد نعیم مدظلہ، رئیس جامعہ بنوریہ سائٹ

"اسلام" احترامِ انسانیت اور انسانی حقوق کا علم بردار ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر فرد بلاتفریق مذہب وملت عزت واحترام اور آزادی کا مستحق ہے۔

اسلام میں انسانی حقوق کے تصور کی سب سے بڑی خوبی جو اسے دیگر تصورات سے ممتاز کرتی ہے، اس اصول پر مبنی ہوتا ہے کہ حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کا مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: "حکم تو بس اللہ ہی کے لئے ہے، وہی حق کی باتیں بیان کرتا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (سورۃ الانعام) دوسری جگہ فرمایا، اس بات کو فراموش نہ کرنا کہ حکم اسی (اللہ) کا حکم ہے اور حساب لینے والوں میں اس سے جلد حساب لینے والا کوئی نہیں"۔

پس اسلام کا انسانی حقوق کا فلسفہ کائنات کو الہیاتی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کون سی چیز انسان کے لئے نفع رساں ہے اور کون سی ضرر رساں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "بیشک! ہم نے انسان کی راہنمائی سیدھے راستے کی طرف کردی۔ اب اس کو اختیار ہے کہ شکر گزار رہے یا ناشکرا بن جائے۔"

آج ہر طرف انسانی حقوق کا چرچا ہے اور حقوق انسانی کا موضوع ہر شخص کی زبان کا ورد، یہ وقت کی آواز اور عالمی دلچسپی اور توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ اسلام میں انسانی حقوق کی بنیاد توحیدی فکر و سوچ پر استوار ہے۔ اسلام انسانی حقوق کو انسانی عزت وکرامت کا لازمہ سمجھتا ہے کیونکہ دینی نظریے کے مطابق انسان زمین میں اللہ کا جانشین ہے اور اس لحاظ سے عزت وتکریم کا لائق وسزاوار ہے۔

حقوق انسانی دو لفظوں سے مرکب ہے حقوق جو حق کی جمع ہے، وہ چیز جو ثابت ہو (کسی فرد یا جماعت کے لئے) انسانی: انسان کی طرف منسوب ہے، انسان کی تعریف وہ جان دار یعنی جسم و روح والا جو قادر الکلام ہو۔

انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا، وہ دوسروں

> آج کی مہذب دنیا جو انسانی حقوق کی رٹ لگاتے نہیں تھکتی، یہ جان جائے کہ انسانی حقوق کے جس تصور تک وہ اب پہنچی ہے، اس سے کہیں زیادہ جامع اور واضح تصور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کردیا تھا

کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے، اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل اور آفات ومصائب کے ازالے کے سلسلے میں دوسرے انسانوں کے تعاون کا محتاج ہے، اس قضیے کے پیش نظر ہر انسان کا یہ عقلی وطبعی حق بنتا ہے کہ دوسرا اس کی مدد کرے، اس کے حقوق وفرائض کا لحاظ رکھے۔

آج کی مہذب دنیا جو انسانی حقوق کی رٹ لگاتے نہیں تھکتی، یہ جان جائے کہ انسانی حقوق کے جس تصور تک وہ اب پہنچی ہے، اس سے کہیں زیادہ جامع اور واضح تصور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کردیا تھا۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں آپ نے بڑی شد ومد اور تاکید کے ساتھ حقوق انسانی کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے عالمی منشور سے صدیوں قبل آپ کا عطا کردہ خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کے منشور کے حوالے سے اس سے کہیں زیادہ منفرد، ہمہ گیر اور جامع ہے۔ عالمی منشور کے کئی نکات اسی خطبے سے لئے گئے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے محض مسلمانوں ہی کو نہیں، بلکہ پوری انسانیت کو مخاطب کیا۔

اسی باعث آپ نے خطبے میں سات بار "اے لوگو!" (ایھاالناس) کے کلمات ارشاد فرمائے۔ آپ نے مسلم کی اصطلاح استعمال نہیں فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبے میں قرآنی تعلیمات اور اسلامی احکام کا خلاصہ نہایت فصیح وبلیغ انداز میں پیش فرمایا۔ اسی باعث اس خطبے میں ہمیں کئی انسانی حقوق آشکار کرنے والے نکات ملتے ہیں۔ انسانی حقوق کا عالمی منشور جن چھ بنیادی نکات پر استوار ہے وہ بڑی خوبی سے خطبہ حجۃ الوداع میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) زندگی کا حق... انسانی جان بہت اہم اور بیش قیمت ہے، چنانچہ اُسے تحفظ دینے کے لئے ہر ممکن اقدامات ہونے چاہئیں۔ اسلام مذہب، نسل

اور جنس سے ماوراء ہو کر تمام انسانوں کو زندہ رہنے کا حق عطا کرتا ہے۔

(2) آزادی کا حق... ہر انسان فطری طور پر آزاد پیدا ہوا ہے۔ ہر فرد یہ پیدائشی حق رکھتا ہے کہ وہ آزادی کی تمام اقسام یعنی جسمانی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی آزادیوں سے فائدہ اٹھائے۔ اسی کیٹگری میں ''آزادی رائے'' ''آزادی حرکت'' اور ''آزادی مذہب'' کے حقوق بھی شامل ہیں۔

(3) تشدد سے تحفظ کا حق... کسی انسان پر جسمانی و ذہنی تشدد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اُسے بے عزت کیا اور دھمکایا جائے گا۔ کسی سے زبردستی اقبال جرم نہیں کرایا جاسکتا۔

(4) جائیداد رکھنے کا حق... اسلام کسی تمیز کے بغیر تمام شہریوں کو جائیداد خریدنے کا حق دیتا ہے۔ اسلامی مملکت میں حکومت بے وجہ کسی انسان کی جائیداد ضبط نہیں کرسکتی۔ دوسری صورت میں شہری کو معقول معاوضہ دینا پڑتا ہے۔

(5) معاشرتی تحفظ (سوشل سیکورٹی) کا حق... اسلامی معاشرے میں آباد ہر شہری یہ حق رکھتا ہے کہ وہ وسائل کے مطابق خوراک رہائش، لباس، تعلیم اور علاج کی سہولتیں حاصل کرے۔ یہ معاشرے کی ذمے داری ہے کہ وہ ان مرد وزن کی مدد کرے جو عارضی یا دائمی معذوری کے سبب اپنے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔

(6) تعلیم کا حق... مرد ہو یا عورت، ہر انسان اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تعلیم پانے کا حق رکھتا ہے۔ ہر فرد اپنی شخصیت کی تعمیر وترقی کے لئے تمام مواقع پاتا اور آزاد ہے کہ کوئی بھی پیشہ اختیار کرے۔

یہ نکتہ اکثر سننے کو ملتا ہے کہ کئی اسلامی ممالک میں حکومتیں انسانی حقوق پامال کرتی ہیں، لہٰذا ان سے تو عیسائی مغربی ممالک بہتر ہیں جہاں بلاتفریق ہر انسان عزت نفس اور احترام سے ملتا ہے۔ آج جب انسان قانونِ الٰہی سے دستبردار ہو چکا ہے اور اپنے خود ساختہ نظام کے سایۂ عافیت میں پناہ ڈھونڈ رہا ہے تو ہم بغیر کسی تردد کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح انسان ایک ایسے جامع نظام اور دائمی سہارے سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے جو اس کے حقوق کا حقیقی محافظ اور ترقی کا ضامن تھا اور ایک ایسے قانون سے محروم ہوگیا ہے جسے نہ زمانہ کی گردشیں بوسیدہ کرسکتی ہیں، نہ حالات کی گردمیں اسے زنگ آلود کرسکتی ہیں، بلکہ وہ آج بھی ویسے ہی قابل عمل ہے جیسے چودہ سو سال پہلے تھا۔

اس دعوے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انسانی تاریخ کا کوئی بھی قانون اور نظام ان انسانی حقوق کو دوسروں پر نافذ نہ کرسکا، لیکن اسلام وہ واحد نظام حیات ہے جس نے سب سے پہلے بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ ان حقوق کا ذکر کیا، ان کا جامع تصور دیا اور انہیں نافذ کر کے دکھایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اسلامی حکومت کا قیام رہا، حقوق انسانی کا نفاذ جاری وساری رہا۔

دور حاضر میں انسانی حقوق کے ارتقاء کا سرسری جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ مغرب میں حقوق انسانی کے تصور کی دو تین صدیوں قبل کوئی تاریخ نہیں ہے، جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہی حقوق انسانی کا ایک جامع تصور انسانیت کے سامنے پیش کر کے بذات خود اسے عملی جامہ پہنا کر ایک صالح معاشرے کی تشکیل کی۔ رسول اکرم نے حقوقِ انسانی کے صحیح نفاذ اور انہیں عملی زندگی سے مربوط کرنے کے لئے فکر آخرت سے جوڑ دیا جس کے باعث بندوں کے اندر حقوقِ انسانی کی رعایت وحفاظت کی ایسی اسپرٹ پیدا ہوگئی کہ بندہ ازخود حقوق انسانی کا محافظ بن جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مربوط نظام، انسانی حقوق کا پیش کیا، وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، جس میں احترام انسانیت، بشری نفسیات ورجحانات اور انسان کے معاشرتی، تعلیمی، شہری، ملکی، ملی، ثقافتی، تمدنی اور معاشی تقاضوں اور ضروریات کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے، حقوق کی ادائیگی کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر کسی شخص نے دنیا میں کسی کا حق ادا نہیں کیا تو آخرت میں اسے ادا کرنا پڑے گا، ورنہ سزا بھگتنی پڑے گی۔

## انسانی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت

انسانی حقوق میں سب سے پہلا اور بنیادی حق ہے، اس لئے کہ جان سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔ بعثت نبوی سے قبل انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہ تھی، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جان کا احترام سکھایا، ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا۔

قرآن پاک میں بھی اس کی تائید کی گئی، جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے، یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کا قتل کیا، اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔ آج دہشت گردی، انتہا پسندی، بدامنی اور قتل وغارت گری کی بناء پر انسان کا جو حق سب سے زیادہ متاثر ہو رہا ہے، وہ اس کی زندگی اور احترام انسانیت کا حق ہے۔

جسے اسلام نے بلاتفریق مذہب وملت پوری انسانیت کے لئے ایک بنیادی فریضہ قرار دیا ہے۔ اسلام سلامتی اور ایمان امن سے عبارت ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بلاشبہ احترام انسانیت، انسانی حقوق اور امن کی سب سے بڑی ضامن ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، ۱۶ اپریل ۲۰۱۸ء)

# امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

## فضائل و کمالات

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

خیبر کے قلعہ قموص کا صحابہ کرامؓ نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ سخت مقابلہ کیا۔ قریباً چودہ روز یہ محاصرہ جاری رہا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس قلعہ کو فتح فرمائیں گے۔"

دوسرے روز صحابہ کرامؓ اس بات کے منتظر تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے اکمال و اتمام کی سعادت کس شخص کو حاصل ہوتی ہے؟ دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن طالبؓ کو طلب فرمایا۔ سیدنا علیؓ آشوب چشم کے عارضہ کی وجہ سے اپنے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ گئے اور حضرت علیؓ کو ساتھ لاکر حاضر خدمت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے اس طرح شفاء عطا فرمائی کہ گویا کوئی عارضہ پہلے لاحق ہی نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پرچم عطا فرما کر دعائیہ کلمات کے ساتھ روانہ فرمایا، یہودیوں کے ساتھ سخت مقاتلہ کیا اور بہت سے اعدائے اسلام کو تہ تیغ کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضرت علیؓ کی امارت میں شاندار فتح نصیب فرمائی۔

غزوۂ بدر جیسے معرکۂ حق و باطل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے علم برداری کا منصب آپؓ کو تفویض کیا گیا وہ آپ کی نہایت اعلیٰ منقبت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس غزوۂ میں بھی اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور ولید بن عتبہ، نضیر بن الحارث وغیرہ کو نیست ونابود کیا۔

جنگ بدر میں اہل اسلام کو بہت سے غنائم حاصل ہوئے۔ ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک عمدہ قسم کی ناقہ اور ایک اعلیٰ قسم کی سیف جو ذوالفقار کے نام سے موسوم تھی حصہ میں ملی تھی۔ یہ تلوار سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے اپنے لئے پسند فرمائی تھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حضرت علیؓ کو عنایت فرمادی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام صحابہ کرامؓ میں بہت بلند ہے اور آپؓ مختلف اوصاف جمیلہ کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرشت میں بے شمار کمالات ودیعت فرمائے تھے، ان میں سے ایک افتاء وقضا کی اعلیٰ صلاحیت ہے، اس صفتِ کاملہ کے متعلق چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:

☆...... حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جس نے زنا کا اقرار کیا تھا۔ آپؓ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو شادی شدہ ہے تو اس نے کہا: جی ہاں! تو آپؓ نے فرمایا کہ اسے رجم کیا جائے گا اور اسے محبوس رکھا، جب شام کو حد جاری کرنے کے لئے اسے پیش کیا گیا تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے لوگوں کو اس کے جرم سے مطلع فرمایا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس کا نکاح تو ہو چکا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰؓ یہ چیز معلوم کر کے بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کو سنگسار (رجم) نہ کیا جائے بلکہ اس پر زنا کی شرعی حد (اسی تازیانے) جاری کی جائے۔

☆...... ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے حکم سے ایک سارق (چور) کا ہاتھ قطع کیا گیا، پھر آپؓ نے اس مقطوعہ ہاتھ کو عبرت اور تنبیہ کے طور پر سارق کے گلے میں لٹکانے کا حکم فرمایا، واقعہ ہٰذا کے ناقل قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے خود سارق کے گلے میں اس کا مقطوعہ ہاتھ لٹکا ہوا دیکھا۔

☆...... محدثین نے خلافت مرتضوی میں شراب خور کو حد لگانے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں ایک شخص کو جو شراب سے مخمور تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے نشہ اتر جانے تک روکے رکھو، جب اس کا نشہ اتر گیا تو آپ نے اس شخص کو اسی درّے لگوائے اور حکم دیا کہ ابھی اسے قید خانہ میں رکھو، پھر دوسرے دن آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بیس درّے اور لگائے جائیں اور ساتھ ہی یہ تشریح فرمائی کہ اسی

درّے تو ہم نے اسے شراب نوشی کی سزا کے طور پر لگوائے تھے اور بیس درّے ہم نے رمضان شریف کی بے حرمتی کرنے پر لگوائے ہیں۔''

علماء فرماتے ہیں کہ اسی نوعیت کا ایک واقعہ قبل ازیں حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں پیش آیا تھا اور حضرت عمرؓ نے شراب خور کو شراب نوشی کی سزا کے طور پر اسی درّے اور رمضان شریف کی بے حرمتی پر بیس درّے مزید لگوائے تھے۔

گزشتہ واقعہ میں جو جناب مرتضیٰؓ نے بیس درّے لگوائے تھے گویا اس کی نظیر پہلے عہد فاروقی میں پیش آچکی تھی کہ رمضان المبارک کے احترام کے خلاف کرنے والے کے لئے بیس درّے لگانا صحابہ کرام کے دور کا فیصلہ ہے اور اہل اسلام کے لئے قابل استناد اور لائق حجت ہے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ کے فضائل و کمالات احادیث نبوی میں صحیح اسانید کے ساتھ بہت مواقع میں مذکور ہیں، ان کا احصاء اور شمار کر لینا ایک مشکل امر ہے تاہم ذیل میں چند ایک فضائل ایک نظر میں اجمالاً پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام صحابہ کرامؓ کا اپنی اپنی نوعیت کی صورت میں جس طرح تعلق قائم ہے اور رابطہ عقیدت مستحکم ہے۔ اسی طرح سیّدنا علی المرتضیٰ کا نسبی تعلق اور خاندانی انتساب قائم ہے۔

(۲) جناب علی المرتضیٰ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ مقدس کی سربرآوردہ شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ آپؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہے۔

(۳) امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ شفقت میں ابتداء ہی سے تربیت پانے کا شرف حاصل ہے۔

(۴) ہجرت نبوی کے موقع پر سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں استراحت کرنے کی فضیلت ان کو نصیب ہوئی اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ودائع اور امانات کو متعلقہ لوگوں تک پہنچانے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی۔

(۵) اسلام میں ہجرت مدینہ کی عظیم فضیلت سے آپ کا مشرف ہونا مسلمات میں سے ہے، آنجناب مہاجرین کاملین سے ہیں۔

(۶) مشہور، مشہور غزوات (غزوۂ بدر، احد، احزاب وغیرہ) میں آپؓ کے شجاعانہ کارنامے مشہور ہیں۔ خصوصاً جنگ خیبر میں آپؓ کے ہاتھوں آخری قلعہ (قموص) کے فتح ہونے کی بشارت ان کے لئے اسلام میں مشہور و معروف ہے، اسی بناء پر فاتح خیبر ہونے کا لقب عوام وخواص کی زبانوں پر پایا جاتا ہے۔

(۷) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے مختلف مواقع (بیعت رضوان وغیرہ) میں آپؓ کا شامل ہو کر مستفیض ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

(۸) امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰؓ کا سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی ہونا اور دیگر کئی مکاتیب ووثائق کا محرر ہونا امر مسلم ہے۔

(۹) اسلام میں ''عشرہ، مبشرہ'' حضرات کا مقام دیگر افراد امت سے بہت رفیع ہے ان میں جناب علی المرتضیٰؓ شریک و شامل ہیں اور زبان نبوت کے ذریعہ انہیں جنت کی بشارت حاصل ہے۔

(۱۰) ۹ ہجری میں جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءۃ (توبہ) کی بعض آیات کی تبلیغ کے منصب پر فائز فرمایا اور آپ نے مکہ مکرمہ جا کر اس فریضہ کا حق ادا کیا۔

(۱۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اوقات میں تیمارداری کے فرائض سرانجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔

(۱۲) سیّدنا علی المرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دیگر اکابر صحابہ کرام کی معیت میں غسل نبوی کی متعلقہ خدمات تکمیل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۱۳) سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و خلافت راشدہ کے اعلیٰ مناصب میں آپ کو راشد خلیفہ رابع ہونے کا ارفع منصب نصیب ہے اور آنے والے تمام خلفاء امت پر فوقیت قائم ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ حضرت علی المرتضیٰؓ کی فضیلت میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جناب علی المرتضیٰؓ امت کے اولین کاملین میں سے ہیں، خدا تعالیٰ نے ان میں بے حساب شرف و فضیلت کی اقسام جمع فرمادی ہیں، مثلاً پرہیزگاری، تقویٰ اور بہادری اور مشاہد خیر میں حاضر رہنا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی قرابت اور محبت کاملہ اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں شدید ہونا اور حق بات کے تابع رہنا اور دنیا کا تارک اور زاہد ہونا وغیرہ وغیرہ۔''

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص: ۲۸۴)

نیز اکابر صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ بزرگان دین کے بیشتر سلاسل کا مرکز فیض اور مصدر سند جناب سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے اور یہاں سے فیوض و برکات نبوی جاری ہیں۔

(ماخوذ از سیرت سیّدنا علی المرتضیٰؓ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ)

# مسائل اعتکاف

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (دارالعلوم ٹیکسس، امریکا)

## اعتکاف کی حقیقت:

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ وقت کے لئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں مقیم ہوجائے، اس کے لئے وقت کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، جتنا وقت بھی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جائے نفلی اعتکاف ہوجائے گا۔ البتہ رمضان المبارک میں جو اعتکاف مسنون ہے، اس کے لئے دس روز کی مدت مقرر ہے، اس سے کم میں سنت ادا نہیں ہوگی۔

(بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۰۸-۱۱۰)

## کون اعتکاف کرسکتا ہے؟

اعتکاف کے لئے ضروری ہے کہ انسان مسلمان ہو اور عاقل ہو، لہٰذا کافر اور مجنون کا اعتکاف درست نہیں، البتہ نابالغ بچہ جس طرح نماز روزہ کرسکتا ہے، اسی طرح اعتکاف بھی کرسکتا ہے۔ (حوالہ بالا)

عورت بھی اپنی عبادت کی مخصوص جگہ مقرر کر کے وہاں اعتکاف کرسکتی ہے، البتہ اس کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، نیز یہ بھی لازم ہے کہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہو۔ (بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۰۸)

اعتکاف کے لئے نیت کا ہونا بھی شرط ہے، بغیر نیت کے اعتکاف نہیں ہوسکتا۔ اعتکاف واجب اور اعتکاف مسنون میں یہ بھی شرط ہے کہ انسان روزہ دار ہو، لہٰذا جس شخص کا روزہ نہ ہو، وہ اعتکاف نہیں کرسکتا، البتہ نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔

## اعتکاف کی جگہ:

مردوں کے لئے اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوسکتا ہے، افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے، دوسرے نمبر پر مسجد نبوی میں، تیسرے نمبر پر مسجد اقصیٰ میں، چوتھے نمبر پر کسی بھی جامع مسجد میں، اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے لئے کہیں اور نہیں جانا پڑے گا، لیکن جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر اس مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے جہاں پانچ وقت کی جماعت ہوتی ہو، البتہ اگر مسجد ایسی ہے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ تاہم محققین کے نزدیک ایسی مسجد میں بھی اعتکاف ہو سکتا ہے، اگرچہ افضل نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۰۹، الفتاویٰ الہندیہ ج:۱، ص:۲۱۱)

## مسنون اعتکاف کی تعریف:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کو اعتکاف مسنون کہتے ہیں۔ اس کا پورا نام سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

اعتکاف مسنون کے سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف بڑے شہروں کے ہر بڑے محلے کی کسی مسجد میں اور شہروں کے ہر بڑے محلے کی کسی مسجد میں، اور گاؤں دیہات کی پوری بستی میں کوئی آدمی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب محلے والے اور سب دیہاتیوں کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے، اور اگر ایک آدمی بھی اعتکاف میں بیٹھ جائے تو یہ سنت سب کے ذمہ سے اتر جاتی ہے، اور اعتکاف کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ (رد المحتار، ج:۲، ص:۴۴۲)

## مسنون اعتکاف کا طریقہ:

رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ کو عصر کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آخری عشرے کے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوجائیں، اور جب شرعی طور سے عید کے چاند کا ثبوت ہوجائے، تو اعتکاف ختم کردیں اور یہ غروب آفتاب کے بعد ختم ہوجائے گا۔

(رد المحتار، ج:۲، ص:۴۴۲)

مسنون اعتکاف کی اتنی نیت کرلینا کافی ہے:

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔

اعتکاف کی نیت ۲۰ رتاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے کرلینی چاہئے خواہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کریں یا مسجد میں داخل ہوجانے کے بعد کریں..... لیکن اگر غروب آفتاب کے کچھ دیر بعد نیت کی، تو اعتکاف مسنون نہ ہوگا، بلکہ مستحب ہو جائے گا، کیونکہ نیت کرنے سے پہلے عشرہ اخیر کا کچھ وقت ایسا گزر گیا ہے، جس میں اعتکاف کی نیت نہیں تھی، لہٰذا پورے عشرے کا اعتکاف نہ ہوا، جبکہ مسنون یہی تھا۔ (الفتاویٰ الہندیہ، ج:۱، ص:۲۱۱-۲۱۳)

## اعتکاف کے مباحات:

بعض باتیں اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لئے جائز اور مباح ہیں:

☆..... معتکف کو چاہئے کہ مسجد میں ہی کھائے پیئے، وہیں سوئے، لیٹے بیٹھے، آرام کرے۔ معتکف کے لئے یہ سب باتیں مسجد میں درست ہیں۔

(رد المحتار، ج:۲، ص:۴۴۸)

☆..... اپنے اور بال بچوں کے متعلق یا دوسری خرید وفروخت کی باتیں کرنا بھی بقدر ضرورت جائز ہیں۔

☆......معتکف کھانے پینے کی مختصر چیزیں اور ضروریات کا سامان بھی ساتھ رکھ سکتا ہے، لیکن اتنا نہ ہو کہ دکان ہی لگا لے یا نمازیوں کو جگہ گھر جانے کی وجہ سے تکلیف ہونے لگے، اور پڑھنے کے لئے دینی کتب بھی رکھ سکتا ہے۔

☆......معتکف کو مختصر سا بستر، کھانا کھانے اور پانی پینے ہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے برتن وغیرہ رکھنے کی اجازت ہے۔

☆......معتکف تاجر یا کارخانہ دار ہو تو اپنے قائم مقام یا ماتحت ملازمین کو تجارت کی ضروری ہدایت دے سکتا ہے، اور اس کے متعلق باتیں دریافت بھی کر سکتا ہے، کسی خریدار سے ضروری باتیں کرنی ہوں تو بقدر ضرورت لین دین سودا سلف کی باتیں کرنے کی گنجائش ہے۔ (بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۱۷)

☆......معتکف لباس تبدیل کر سکتا ہے، خوشبو استعمال کرنا، سر اور ڈاڑھی میں تیل لگانا کنگھی کرنا سب باتیں جائز ہیں۔

☆......حالت اعتکاف میں معتکف اپنا یا دوسرے کا نکاح کر سکتا ہے، بیوی کو طلاق رجعی دے رکھی ہو تو زبانی اس سے رجوع کر سکتا ہے۔
(بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۱۷)

☆......معتکف اپنا سر ڈاڑھی یا بدن کا کوئی حصہ دھونا چاہے یا کلی کرے تو اس بات کا پورا خیال رکھے کہ مسجد اس کے بالوں اور مستعمل پانی سے بالکل ملوث نہ ہو، تیل سے مسجد کی صفیں، دیوار و صحن بالکل خراب نہ ہو، ورنہ ممنوع ہوگا۔ (بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۱۵)

☆......معتکف آرام کی غرض سے یا طبعی طور پر یا بلا ضرورت کلام کرنے سے گریز کے لئے خاموش رہے تو جائز ہے، بلکہ بہتر ہے۔
(ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۴۹)

☆......حالت اعتکاف میں دین کی باتیں کرنا باعث ثواب ہے، اور ایسی باتیں کرنا کہ جن میں گناہ نہ ہو مباح ہیں۔

☆......معتکف کو ناخن کترنے، مونچھیں سنوارنے، خط یا حجامت بنوانے کی بھی رخصت ہے، لیکن مسجد میں ناخن، پانی اور بال وغیرہ بالکل نہ گرنے پائیں گے، حجام اجرت پر حجامت بنائے تو حجام مسجد سے باہر ہو، اور معتکف مسجد میں، کیونکہ مسجد میں اجرت لے کر کام کرنا جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۱۵)

**تشریح:** یہ باتیں اس شخص کو پیش آتی ہیں، جو مسلسل ایک ماہ یا زیادہ کا اعتکاف کر رہا ہو، ورنہ دس دن اعتکاف کرنے والے کو ان میں مشغول ہونا اچھا نہیں، یہ کام اعتکاف کے بعد بھی ہو سکتے ہیں۔

☆......بچوں کو مسجد میں بحالت اعتکاف قرآن کریم کی اور دین کی تعلیم دینا درست ہے۔
(ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۵۰)

☆......معتکف کے پاس حالت اعتکاف میں کوئی ضروری کام ہو تو بیوی یا محرمات میں سے مثلاً والدہ، بیٹی، بہن وغیرہ مسجد میں آ سکتی ہیں، لیکن نماز کا وقت نہ ہو، اور پردے کے ساتھ آئیں۔ اگر بیوی یا محرمات سے کچھ مستورات آئیں اور کوئی دوسرا شخص دیکھ رہا ہو تو اس وقت صفائی کر دینی چاہئے کہ ان سے میرا یہ رشتہ ہے یا یہ میری بیوی ہے، تاکہ دوسروں کو بدگمانی نہ ہو، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۲۰۲۱۰، ج:۲۴، ص:۷۱)

### اعتکاف کے مکروہات:

اعتکاف میں بعض باتیں مکروہ اور منع ہیں، بعض باتیں ناجائز اور حرام ہیں، ان سب سے بچنے کا پورا خیال رکھیں۔

اعتکاف کی حالت میں معتکف کو جان کر یا بھول کر، رات میں یا دن میں، مسجد میں یا گھر جا کر بیوی سے صحبت کرنا، بوس و کنار کرنا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا سب حرام ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج:۲، ص:۳۲۱، ۳۲۰)

بعض باتیں ہر حال میں حرام ہیں، لیکن حالت اعتکاف میں اور بھی سختی آئی ہے، مثلاً غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا اور لڑانا، جھوٹ بولنا، جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی مسلمان کو ناحق ایذا پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریاکاری وغیرہ کرنا، ان سے اور اس قسم کی تمام باتوں سے خوب احتیاط رکھیں۔

جو باتیں مباح ہیں جن کے کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب، بوقت ضرورت بقدر ضرورت کرنے کی اجازت ہے، بلا ضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔
(ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۴۹)

معتکف کو بلا ضرورت کسی شخص کو مباح باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا مکروہ ہے، اور خاص اس غرض سے محفل جمانا ناجائز ہے۔

### معتکف کا اخبارات پڑھنا:

معتکف کو بحالت اعتکاف ایسی کتابیں اور رسالے جن میں بیکار جھوٹے قصے کہانیاں ہوں، فحش لٹریچر ہو، اسی طرح اخبارات عموماً تصویروں سے خالی نہیں ہوتے، اور فوٹوؤں کو مسجد میں لانا جائز نہیں، اس لئے ان سب باتوں سے معتکف کو بچنا چاہئے اور جس مقصد کے لئے اعتکاف کیا ہے، اس میں لگنا چاہئے۔

### اعتکاف میں سگریٹ پینے کا حکم:

معتکف کو مسجد میں سگریٹ، بیڑی، سگار اور حقہ پینا جائز نہیں، دوران اعتکاف ان سے حتی الامکان پرہیز کرے، جس طرح روزے کی بنا پر دن میں احتیاط کی، شب میں بھی اجتناب کرے، ہمت کرنے سے اللہ تعالیٰ توفیق دے ہی دیتے ہیں، لیکن اگر کسی کو انتہائی شدید تقاضا ہو اور کسی طرح

برداشت نہ ہوتا ہو تو ایسا کر سکتا ہے کہ جب پیشاب پاخانے کے لئے مسجد سے باہر جائے، تو راستہ میں اور بیت الخلا میں پی لے، اور پھر کوئی ایسی چیز کھالے کہ منہ کی بدبو بالکل دور ہوجائے۔ (مسائل اعتکاف:۲۶)

## اعتکاف کے مفسدات:

بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے، یاد رہے کہ یہ حکم نفلی اعتکاف کا نہیں ہے۔

**مسئلہ:** معتکف کو بلاضرورت شرعیہ وطبعیہ اپنی اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، نہ رات میں نہ دن میں، ہر وقت اعتکاف گاہ میں رہے۔
(الفتاوی الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۳)

معتکف ایک منٹ کے لئے بھی بلاضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف گاہ سے باہر نکل جائے، تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (الفتاوی الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۳)

بلاضرورت شرعی وطبعی خواہ جان کر نکلے یا بھول کر، ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہوجائے، تو معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف قائم نہ رہے گا، لیکن ایسی حالت میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا، بلکہ اگر مریض کا سوائے اس معتکف کے کوئی اور تیمار دار نہیں اور مریض کو بہت تکلیف ہے، جان کا خطرہ ہوجائے تو معتکف کو چلے ہی جانا چاہئے، بعد میں اس کی قضاء کرلے، اسی طرح مثلاً میت ہوگئی اور غسل کفن ودفن کا انتظام کرنے والا کوئی نہیں ہے، تب بھی اعتکاف میں سے اُٹھ کر چلے جانا چاہئے، پھر بعد میں قضا کرلے۔
(البحرالرائق، ج:۲،ص:۳۲۶)

معتکف میت کو نہلانے، کفن تیار کرنے، نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے لئے یا میت کو کندھا دینے کے لئے یا دفن میں شریک ہونے کے لئے باہر چلا جائے گا، تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، بلاضرورت شدیدہ اعتکاف نہ توڑے، ہاں جب معتکف کے بغیر کوئی انتظام ہی نہ ہوسکے تو بے شک چلا جائے اور بعد میں قضا کرلے۔ (البحرالرائق، ج:۲، ص:۳۲۶، الفتاوی الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۳)

شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر گیا تھا کہ راستے میں قرض خواہ یا کسی اور صاحب حق نے اس کو روک لیا اور معتکف بھی رک کر کھڑا ہوگیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوگیا، اس لئے معتکف کو چاہئے کہ رُک کر کھڑا نہ ہو، بلکہ چلتے چلتے اس کو جواب دے دے یا مسجد میں آنے کے لئے کہہ دے، ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہوگیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (فتاوی عالمگیریہ، ج:۱،ص:۲۱۳)

معتکف خود سخت بیمار ہوجائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو تو معتکف گھر جاسکتا ہے، اس طرح چلے جانے سے اعتکاف تو ٹوٹ جائے گا لیکن گنہگار نہ ہوگا۔ (البحرالرائق، ج:۲،ص:۳۲۶)

معتکف کو اپنی جان یا مال کا قوی خطرہ ہوجائے یا گھر میں کسی کی جان، مال، آبرو کا واقعی خطرہ پیدا ہو جائے، اس کے دفع کرنے پر بحالت اعتکاف قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں گھر چلا جائے گناہگار نہ ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (البحرالرائق، ج:۲،ص:۳۲۶)

کسی حاکم یا غیر حاکم نے زبردستی معتکف کو باہر نکال دیا، مثلاً سرکاری وارنٹ آ گیا یا زبردستی قرض خواہ باہر کھینچ کر لے گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا، لیکن معتکف گناہگار نہ ہوگا۔ (ایضاً)

معتکف بھول گیا اسے خیال ہی نہ رہا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور مسجد سے باہر آگیا، خواہ فوراً اعتکاف یاد آگیا یا کچھ دیر کے بعد، اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (الفتاوی الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۲)

معتکف نے کسی اجنبی عورت یا مرد پر نظر بد ڈالی یا غلط خیالات میں منہمک ہوگیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ (الفتاوی الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۳) ویسے یہ تمام کام حرام ہیں، معتکف پر ان سے سخت اجتناب کرنا لازم ہے۔

معتکف کسی سے لڑ جھگڑ پڑے اور خدانہ کرے گالیاں بھی نکال دے، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، لیکن گنہگار ہوجائے گا۔
(الفتاوی الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۳)

معتکف مسجد میں رہتے ہوئے مسجد میں سے صرف ہاتھ یا سر باہر نکال دے، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (حوالہ بالا)

معتکف تھوکنے، ناک صاف کرنے، کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے، وضو کرنے کی جگہ بھی مسجد سے باہر ہوتی ہے وہاں بھی نہ جائے، مسجد ہی میں انتظام ہوسکتا ہے۔ کسی برتن میں تھوڑی راکھ مٹی ڈال کر رکھ لیں اس میں تھوکے، ناک صاف کرے، کسی برتن میں ہاتھ دھولیا کرے یا وضو کی نالی میں اس طرح کھڑا ہوجائے کہ قدم مسجد کے صحن میں رہیں اور ناک دھونے والی نالی میں گرے کیونکہ سر اور ہاتھوں کو مسجد میں رہتے ہوئے باہر کرسکتا ہے۔ آج کل تو اور آسانی ہوگئی ہے، ٹشو پیپر ساتھ رکھ لے، اس سے بھی کافی حد تک ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔
(البحرالرائق، ج:۲،ص:۳۲۶-۳۲۷)

معتکف گرمی سے بچنے کے لئے یا سردیوں میں دھوپ لینے کے لئے مسجد کی حد سے باہر چلا جائے، تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (ایضاً)

معتکف کو کھانا منگوانے کا انتظام کرلینا چاہئے خواہ گھر سے کوئی لے کر آیا کرے یا ہوٹل والے کو کہہ

دے اس کا ملازم وقت پر پہنچا دیا کرے، جب انتظام ہو جائے تو معتکف کو خود کھانا لینے کے لئے باہر جانا جائز نہیں، اگر چلا جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(البحر الرائق، ج:۲،ص:۳۲۶)

معتکف کو سخت پیاس لگ رہی ہے، مسجد میں پانی نہیں ہے، نہ کوئی لا کر دینے والا ہے، تو خود مسجد سے باہر جہاں پانی ملتا ہو جا کر لا سکتا ہے، اگر پانی کا برتن نہ ہو، ایسی جگہ پی کر بھی آ سکتا ہے، گرمیوں میں کبھی سحری کے وقت ایسی صورت معتکف کو پیش آ جاتی ہے۔(البحر الرائق، ج:۲،ص:۳۲۶)

معتکف دن میں قصداً روزہ توڑ دے تو روزہ فاسد ہونے کے ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے، اور روزہ میں بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو اعتکاف بھی نہ ٹوٹے گا۔(البحر الرائق، ج:۲،ص:۳۲۸)

معتکف دوائی لینے کے لئے باہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ دوائی کسی دوسرے آدمی سے منگوانی چاہئے، ڈاکٹر کو دکھلانا ہو تو مسجد میں بلا لے۔

(ماخوذاز: اعتکاف کے فضائل ومسائل)

معتکف کسی کی کوئی چیز چرا لے یا مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز کھا پی لے تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا البتہ گنہگار ہوگا۔(الفتاویٰ الہندیہ، ج:۱،ص:۲۱۳)

معتکف بے ہوش ہو جائے، دیوانہ پاگل ہو جائے، جن بھوت کے اثر سے بے عقل ہو جائے، اور ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو ایک دن کا درمیان میں وقفہ ہو گیا تسلسل باقی نہ رہا، اس لئے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور اگر ایک رات دن گزرنے سے پہلے ہی ہوش میں آ گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔(المبسوط للسرخسی، ج:۳،ص:۱۲۷)

## اعتکاف کا رکن اعظم:

اعتکاف کا رکن اعظم یہ ہے کہ انسان اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے، کیونکہ اگر معتکف ایک لمحے کے لئے بھی شرعی ضرورت کے بغیر حدود مسجد سے باہر چلا جائے، تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

## حدود مسجد کا مطلب:

بہت سے لوگ مسجد کا مطلب نہیں سمجھتے اور اس بنا پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ حدود مسجد کا کیا مطلب ہے؟ عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطہ کو مسجد ہی کہتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے یہ پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری نہیں، بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانی مسجد نے مسجد قرار دیکر وقف کیا ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین کے کسی حصے کا مسجد ہونا اور چیز ہے، اور مسجد کی ضرورت کے لئے وقف ہونا اور چیز، شرعاً مسجد صرف اتنے حصہ کو کہا جائے گا جسے بنانے والے نے مسجد قرار دیا ہو، یعنی نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو، لیکن تقریباً ہر مسجد میں کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجا خانہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام کا حجرہ، گودام وغیرہ اس حصے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

چنانچہ ان حصوں میں جنابت کی حالت میں جانا بھی جائز ہے، جبکہ اصل مسجد میں جنبی کا داخل ہونا جائز نہیں، ایسی ضروریات کے لئے مسجد والے حصے میں معتکف کا جانا بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر ایک لمحے کے لئے بھی چلا جائے، تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر بعض مساجد میں تو ضروریات مسجد والا حصہ اصل مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے، جس کی پہچان مشکل نہیں ہوتی، لیکن بعض مساجد میں یہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے نہیں پہچان سکتا، اور جب تک بانی مسجد صراحۃً نہ بتائے کہ یہ حصہ مسجد کا نہیں ہے، اس وقت تک اس کا پتہ نہیں چلتا۔

لہٰذا جب کسی شخص کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہئے کہ مسجد کے بانی یا اس کے متولی سے مسجد کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرے، مسجد والوں کو چاہئے کہ وہ مسجد میں ایک نقشہ مرتب کر کے لگا دیں، جس سے مسجد کی حدود واضح کر دی گئی ہوں، ورنہ کم از کم بیسویں روزے کو جب معتکفین مسجد میں جمع ہو جائیں، تو انہیں زبانی طور پر سمجھا دیا جائے کہ مسجد کی حدود کہاں کہاں تک ہیں؟

جن مسجدوں میں وضو خانے اصل مسجد سے بالکل متصل ہوتے ہیں، وہاں عام طور پر لوگ وضو خانوں کو بھی مسجد کا حصہ سمجھتے ہیں، اور اعتکاف کی حالت میں بھی بے کھٹکے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے، اور معتکف کے لئے وہاں شرعی ضرورت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد کی مدد سے واضح طور پر معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں کہاں سے شروع ہو رہی ہیں، اور اسی طرح وضو خانہ کی حدود کہاں سے شروع ہو رہی ہے۔

اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر لوگ چڑھ کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں، وہ بھی عموماً مسجد سے خارج ہوتی ہیں، اس لئے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں جانا جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہ بھی مسجد کی حدود سے خارج ہوتا ہے، لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں۔ (جاری ہے)

# ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

## فضائل و مناقب

مولانا توصیف احمد، حیدرآباد

آپؓ کا نام عائشہ، لقب صدیقہ، خطاب ام المومنین، کنیت ام عبداللہ، حمیرا، بنت صدیق تھا، والد محترم کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیقؓ، والدہ کا نام ام رومان تھا، آپؓ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے ساتویں، آٹھویں اور والدہ کی طرف سے گیارھویں، بارھویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے فضائل و مناقب اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”عائشہؓ سے زیادہ فضیلت دنیائے اسلام کی تاریخ میں کسی عورت کو نہیں ملی“ آپؓ کے حق میں ۱۷ آیت قرآنی کا نزول آپ کی عظمت کی دلیل ہے، حضرت عائشہؓ بچپن سے ہی ذہین و فطین تھیں، ایک مرتبہ آپ اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر داخل ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! عائشہ یہ کیا ہے؟ عرض کی: یہ گھوڑا ہے۔ آقا نے ارشاد فرمایا: گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے تو حضرت عائشہؓ نے برجستہ جواب دیا: کیوں یا رسول اللہ! حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر تو تھے۔

ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تین خواہشوں کا اظہار فرمایا: (۱) مال صدیقؓ کا ہو، راہ خدا کی ہو اور تقسیم کرنے والے ہاتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں۔ (۲) نگاہ صدیق کی ہو۔ چہرہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو، (۳) بیٹی ابوبکر صدیق کی ہو اور خادمہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو۔

رب کریم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تینوں خواہشوں کو پورا کیا۔ جب حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو اللہ رب العزت نے آپ کے لئے رفیقہ حیات کا انتخاب کیا، چنانچہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حضرت جبرائیلؑ نے ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی حضرت عائشہؓ کی تصویر دکھائی اور کہا: یہ آپ کی زوجہ ہیں ۶ سال کی عمر میں نکاح جبکہ ۹ سال کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی، اللہ پاک نے آپ کو معلمہ کائنات بنانا تھا، اس لئے آپ کی رخصتی کم عمری میں ہوئی، آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو کو محفوظ کیا، ذوق وشوق سے علم حاصل کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ ہی کو سب سے بڑی معلمہ، مفسرہ، محدثہ، فقیہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ تقریباً ۲۰۰۰ سے زائد احادیث رسول آپ سے مروی ہیں، سینکڑوں احادیث پر تو تمام محدثین، مفسرین کا اتفاق ہے، ہزاروں مسائل کا استنباط آپ سے کیا گیا ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: آدھا دین صحابہؓ سے آیا اور آدھا دینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آیا۔ حضرت عمر فاروقؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی شرعی مسئلہ پیش آتا تو راہنمائی کے لئے حضرت عائشہؓ کے دروازے پر جاتے، حضرت امیر معاویہؓ ایک مرتبہ ملک شام میں تخت خلافت پر تشریف فرما تھے، آپ نے ایک لڑکے سے سوال کیا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ سب سے بڑے عالم آپ ہیں، آپؓ نے لڑکے کو طمانچہ مارا اور کہا کہ اس وقت کائنات میں سب سے بڑی عالمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مجھے دس باتوں میں کائنات کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے:

(۱) میں وہ عورت ہوں کہ کنواری حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئی ہوں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے اتنی محبت تھی کہ میں جب پانی پیتی کسی برتن میں، تو میں جس جگہ منہ لگاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی جگہ سے منہ لگا کر پانی پیتے۔

(۳) میں وہ عورت ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں مسواک مانگی اور فرمایا عائشہ! مسواک چبا کر دو، میں نے مسواک چبائی، میری نرم کی ہوئی مسواک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چبایا۔

(۴) اماں فرماتی ہیں: میں وہ عورت ہوں کہ جس کے دوپٹہ کو جنگ بدر میں اسلام کا پرچم بنایا گیا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اے اللہ! جو چیز میرے بس میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین میں مساوات) وہ تو میں پورا کرتا ہوں لیکن اے اللہ! جو چیز میرے بس میں نہیں (یعنی حضرت عائشہؓ سے زیادہ محبت) اس کو معاف کرنا۔ (ابوداؤد)

(۶) اماں فرماتی ہیں کہ بیماری کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تشریف لائے اور سب سے زیادہ قیام میرے حجرے میں کیا۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہوئی۔

(۸) آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے حجرے میں موجود ہیں۔

(۹) حضرت عائشہؓ کی برکت سے آیات تیمم کا نزول ہوا۔

(۱۰) حضرت عائشہ وہ پاکدامن عورت تھی جب ان پر تہمت لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفائی میں سترہ قرآنی آیات کا نزول فرمایا، یوں خدائی صفائی کے ذریعے آپ کی عظمت کا پھریرا ایک بار پھر چہار دانگ عالم میں بلند ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں تین عورتیں کامل گزری ہیں: (۱) فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم، (۲) عیسیٰؑ کی والدہ مریم بنت عمران (۳) حضرت عائشہؓ، اور عائشہ کو تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے، جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

آپ کی عمر ۱۹ سال ہوئی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت عائشہؓ اس کے بعد ۴۸ سال تک رب کی عبادت میں مصروف رہیں۔ آپ کی طرح پوری رات عبادت میں مصروف رہتیں اور فرماتیں کہ آقا فرمایا کرتے تھے افلا اکون عبداً شکوراً (کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں) حضرت عائشہؓ عبادت رسول کی عملی تصویر تھیں، آپ اوائل رمضان ۵۸ ہجری میں بیمار ہوئی، ۱۷ رمضان المبارک نماز وتر کے بعد آپ کی وفات ہوئی، حضرت ابوہریرہؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ محسوس ہوتا تھا کہ پورا عرب امڈ آیا، بیت نور کی مالکہ نے ارض بقیع میں دفن ہونا پسند کیا مگر مرکز انوار و تجلیات میں اپنے مدفن کی جگہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو دے دی، مگر سیدہ کائنات کے لئے یہ اعزاز کوئی کم نہیں کہ آپ کے حجرہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ اماں عائشہؓ کی خوش نصیبی کی انتہا دیکھئے، سفر ہجرت میں سر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا گود صدیق اکبرؓ کی تھی، سفر آخرت میں سر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا گود صدیقہؓ کی تھی۔

تیرا حجرہ امین خاص ہے ذات رسالت کا
بساط ارض پر ٹکڑا یہی ہے باغ جنت کا
اسی میں رحمۃ العالمین رہتے تھے، رہتے ہیں
تیرا حجرہ ہے جس کو گنبد خضریٰ بھی کہتے ہیں

اسی سے حشر کے دن سرور کونین ﷺ اٹھیں گے
مگر تنہا نہ اٹھیں گے مع شیخین اٹھیں گے
تیرے رحمت کدہ سے مغفرت کی ابتدا ہوگی
اور اسی پر امتوں کی عافیت کی انتہا ہوگی

☆☆..................☆☆

## ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ہوں مرے ماں باپ قرباں اس مقدس نام پر
عائشہؓ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر

جس کی عفت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشاں ہیں دامنِ ایام پر

جس کو بخشا تھا پیمبر ﷺ نے حمیرا کا لقب
مہر و مہ کی رونقیں قربان اس کے نام پر

جس کے فرزندوں نے سیلِ بیکراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے علَم لہرائے روم و شام پر

جس پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر

سیّد الکونین ﷺ کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتی ہو دلِ صمصام پر

ہم گنہ گاروں کا شورشؔ! کون ہے اُن کے سوا
خواجۂ کونین ﷺ کی رحمت ہے خاص و عام پر

شورش کاشمیریؒ

# غزوۂ بدر..... اسباب ونتائج

چوہدری افضل حق مرحوم

جب یہ مقدس معمار اپنے بابرکت ہاتھوں سے ان پاکیزہ دیواروں کو چن چن کر حجروں اور مسجد کو مکمل کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو بھی اس خیر وخوبی کے شہر میں بلالیا۔ مکہ کے کوتاہ اندیش لوگوں نے نور ہدایت کی نہ صرف راہنمائی قبول کرنے سے انکار کردیا بلکہ اسے ظلم کا تختۂ مشق بنایا، یہاں تک کہ جبر، صبر سے بڑھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم آیا۔ ترک وطن کے بعد معلوم ہوا جس کی غریب الوطنی بھی اس کے امن کی ضامن نہ ہوسکے، کیا کرے! ہجرت کے چند روز بعد سرداران قریش نے کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کیے۔ عبداللہ بن ابی کو جو رئیس انصار تھا، ایک تحکمانہ خط لکھا کہ:

''انکم اویتم صاحبنا وانا نقسم باللّٰہ لتقاتلنہ او تخرجنہ او نسیرن الیکم باجمعنا حتی نقاتل مقاتلتکم ونستبیح نسائکم۔''

ترجمہ: ''تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کرڈالو یا مدینہ سے نکال دو، ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کریں گے اور تم کو فنا کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔''

(سنن ابوداؤد ج:۲، ص:۶۷، باب خبر النضیر)

عبداللہ بن ابی ہجرت سے پہلے انصار کا بے تاج بادشاہ تھا۔ اس کی رسم تاج پوشی ادا ہونے والی تھی کہ تقدیر نے واقعات کا رخ بدل دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عقیدت اور عزت کا مرجع بن گئے۔ عزت اور عقیدت کے اس انتقال سے عبداللہ کو ملال ہوا۔ عبداللہ ہوشیار تو تھا مگر قوت فیصلہ کا مالک نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار سے خار تو کھاتا تھا، مگر دل کی کیفیت زبان پر نہ لاتا

> جو شخص دوسروں کی خوشی، راحت اور آرام پہنچانے کے لئے اپنے وقت، مال اور جان کی قربانی کا خوگر نہیں، وہ عاقبت کار خوشی، راحت اور آرام سے محروم کردیا جائے گا

تھا۔ چنانچہ خم ٹھونک کر کبھی میدان میں نہ آیا۔ البتہ پس پردہ تیر چلاتا رہا۔

مدینہ کے یہود جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امن ومدافعت کا معاہدہ کیا تھا، قریش کی شہ پاکر آہستہ آہستہ منہ آنے لگے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مدینہ کے یہود سے معاہدہ کیا تھا بلکہ مدینہ کے نواح میں بسنے والے تمام قبائل سے امن اور اتحاد کا پیمان باندھا تھا۔ تاہم اہل مکہ کی ریشہ دوانیوں سے مدینہ کا امن مخدوش صورت اختیار کررہا تھا۔ ذرا سا شرارہ مدینہ کے خرمن امن کو خاک سیاہ کردینے کے لئے کافی تھا۔ باہر سے حملہ کا احتمال اور اندرونی بدامنی کے خوف سے مسلمان رات آنکھوں میں کاٹتے اور دن کو مسلح رہتے تھے۔ ان تشویشناک حالات کے باوجود مسلمان وحی الٰہی کے منتظر تھے۔ جارحانہ اور مدافعانہ دونوں لڑائیوں کی ضرورت تھی، جب چھیڑ چھاڑ شروع ہوجائے تو حملہ کی مدافعت کرنا اور خود بڑھ کر لڑنا ضروری ہوتا ہے، جن لوگوں نے تیرہ برس باوصف انتہائی مظلومیت کے کبھی مخالف پر ہاتھ نہ اٹھایا ہو۔ وہ بغیر حکم کے ہاتھ کب اٹھاتے، آخر خدا نے ۱۲ر صفر ۲ھ کو لڑائی کی اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ﴾

(الحج ۳۹)

ترجمہ: ''جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ ان پر ظلم کیا جارہا ہے، اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔''

گویا انسانی قربانی کی آخری سرحد آپہنچی۔ شہادت کے رستے کھلے بہشت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ جنت سرفروشوں کا مقام ہے، عافیت کوشوں کی جگہ نہیں۔ وہ جو سوسائٹی کی اشد ضرورت

کے وقت عذر تراشتا ہے اور جان جوکھوں میں ڈالنے سے گریز کرتا ہے، خدا کی بدترین مخلوق ہے۔ مستحق کرامت وہ ہے جو ملت کو خطرہ میں دیکھ کر تمام خطرات سے بے پروا ہوجاتا ہے۔ جو اپنے بیوی بچوں کو خدا کے سپرد کرتا ہے اور ملت کی سلامتی کے لئے سینہ سپر ہوجاتا ہے، دوسروں کے مال واملاک بچانے کے لئے اپنا مال واملاک لٹاتا ہے، سر پر کفن باندھتا ہے، خاک وخون کی بازی کھیلتا ہے، وہ خدا کی خوشنودی کا مستحق ہے اور بہشت کے گلزاروں کا وارث۔ قوم وملت کے خطرے کے وقت زدوخورد سے جی چرانے والا خدا کا چور ہے۔ اس کی نمازیں دکھاوا اور روزے نمائش ہیں۔ باوجود لمبی عبادتوں کے سزاوارِ سزا ہے۔ اس آیت سے قبل عام طور پر باہمی محبت، حسن سلوک اور مال کا ایثار قربانی کی آخری حد تھی۔ لڑائی کے اذن کے بعد اعمال میں بنیادی تغیر پیدا ہوگیا۔ میدان میں حیلہ وبہانہ سے بچنے والے اور صف میں کھڑے ہوکر پیٹھ دکھانے والے کے تمام اعمال اکارت سمجھے جانے لگے۔ شہید کی تمام لغزشیں معاف تصور ہوئیں۔ ۱۲؍صفر ۲ھ سے لے کر قیامت تک یہ قانون مسلمانوں میں جاری رہے گا۔ ملت کے خطرے کے وقت جہاد سے جی چرانے والا مسلمان نہیں، منافق ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کے خیال سے راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ سردارانِ قریش کے خط سے ان کے جنگی ارادے صاف صاف ظاہر ہوتے تھے۔ اب خطرات سے بے پروا ہوکر غفلت کی نیند سو رہنا محض غلطی تھی۔ ہردم آمادہ بہ پیکار قریش سے امن کی توقع فضول تھی۔ لڑائی کی اجازت سے کچھ عرصہ بعد باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی امن پسندی کے اہل مکہ نے کھلم کھلا چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ چنانچہ مکہ کے رئیس کرز بن جابر فہری نے اچانک مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور مال مویشی لوٹ کرلے گیا۔

اس واقعہ کے بعد ضروری ہوگیا کہ نہ صرف مدینہ میں بیٹھ کر شب بیداری کی جائے۔ بلکہ اہل قریش کی نقل وحرکت کی پوری نگرانی کی جائے۔ بنابریں رجب ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ آدمی ساتھ دے کر بمقام نخلہ بھیجا اور ایک خط بھی دیا اور ہدایت کی کہ اسے دو دن بعد کھولنا۔

عبداللہؓ نے خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ نخلہ میں قیام کرو اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ اور اطلاع دو۔ اتفاق سے قریش کے کچھ آدمی شام سے تجارت کا مال لئے ہوئے سامنے سے گزرے۔ عبداللہؓ بن جحش کے ذہن میں سردارانِ قریش کا خط، ان کی جنگی تیاریاں، مدینہ کی چراگاہ کا حملہ ایک ایک کرکے آیا۔ عرب کے جنگی آئین کے مطابق مسلمانوں اور قریش میں جنگ شروع ہوچکی تھی۔ ان واقعات کے بعد کسی نئے اور رسمی اعلان کی ضرورت نہ تھی۔ مسلمانوں نے اس قافلہ پر حملہ کردیا۔ اہل قافلہ میں سے ایک شخص عبداللہ بن الحضرمی مارا گیا۔ دو گرفتار ہوئے اور قافلہ کے مال کو مال غنیمت سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا۔ جب سارے واقعہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو حضور نے یہ مال قبول کرنے سے انکار کردیا اور عبداللہؓ سے باز پرس کی۔ صحابہؓ نے برہم ہوکر کہا: ''عبداللہ! تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہ دیا گیا تھا۔'' پروپیگنڈا کے فن میں مشاق قریش نے اس واقعہ سے طوفان اٹھا دیا اور آتش غضب کو تمام عرب کے سینوں میں بھڑکا دیا۔ حالانکہ یہی قریش اس واقعہ کے قبل مسلمانوں پر ایک عام ہلہ بول دینے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اور مصارف جنگ بہم پہنچانے کے لئے ایک بڑا تجارتی کاروان شام کو روانہ کرچکے تھے تاکہ سارا منافع مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں صرف کیا جائے۔

غرض جو بلا حجت لڑنے پر آمادہ تھے، اب انہیں حجت ہاتھ آگئی۔ مدینہ پر حملہ اب یقینی اور چند روز کی بات تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور پیش آنے والے خطرات کا اظہار کیا۔

مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرنے کا اعلان کیا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف دیکھا، تذبذب تھا کہ یہ کیا کہیں گے! سعد بن عبادہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے کیفیت قلب کو جانچا اور کہا ''خدا کی قسم اگر آپ ﷺ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں'' مقدادؓ نے کہا: ''ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں۔ ہم لوگ آپ ﷺ کے داہنے سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔''

جوش وہیجان کے زمانہ میں لوگوں کے صرف کان باقی رہ جاتے ہیں۔ عقل ونظر جواب دے جاتی ہیں۔ اتنی سکت نہیں رہتی کہ بات سوچیں اور پرکھیں۔ کسی منطقی نے مکہ میں یہ افواہ اڑادی کہ مسلمان شام سے آنے والے قافلہ کو لوٹنے آرہے ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ اہل مکہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ہتھیار باندھے، جنگ کا سامان درست کیا، آندھی کی طرح اٹھے اور بدر کے مقام پر آٹھہرے۔ یہاں کسی نے بتایا کہ تمہارا قافلہ تو خطرہ کی زد سے نکل چکا ہے۔ قبیلۂ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا: ''اب لڑائی فضول ہے۔'' مگر قریش سردار اب کسی کو کب سنتے تھے۔ عدی اور زہرہ کے لوگ چلے گئے۔ مگر آتش مزاج قریش آمادۂ قتال ہوگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کی یورش کی خبر پاکر ۱۲؍رمضان ۲ھ کو مدینہ سے اٹھے۔ شہر سے

ایک میل باہر آ کر اپنی مختصر سی جمعیت کا جائزہ لیا۔ شوقِ جہاد سے بے تاب کم عمر غازیوں کو اس پُرخطر موقع پر جانے سے باز رکھا۔ ایک کم سن مجاہد عمرؓ بن ابی وقاص نے شاملِ جہاد ہونے کے لئے ہٹ کی۔ جب واپسی کے لئے کہا گیا تو وہ رو دیا۔ سالارِ عرب نے ہنس کر اجازت دے دی۔ وہ اور اس کا بڑا بھائی دونوں اس عزت افزائی سے خوش ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۳ صحابہ کی مختصر سی فوج لے کر بدر کی طرف بڑھے۔ جہاں قریش پہلے پہنچ چکے تھے۔

جنگ بدترین فعل ہے، جس کا کوئی شریف حامی نہیں ہو سکتا۔ کون بھلا آدمی بچوں کو یتیم ہو جانے، عورتوں کے سہاگ لٹ جانے، بازو کٹ کٹ کر بچھ جانے، سروں کی بارش ہونے، خون گر گر کر ندیاں بہ جانے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ مجروحین کے سینوں سے جو درد انگیز نالے اٹھتے ہیں، جو خون کے فوارے چھوٹتے ہیں، انھیں کون دیکھ اور سُن سکتا ہے۔ ہاں صرف شقی القلب لوگ انسانوں کی مصیبتوں پر اطمینان کی نظر ڈال کر خوش ہو سکتے ہیں۔ ہاں ایسی جارحانہ جنگ سے پرہیز بہت بڑی نیکی ہے، لیکن جب خدا کو معبود ماننا ممنوع قرار دیا جائے، جب مردوں پر بجلیاں گرائی جائیں، جب عورتوں پر ظلم و ستم توڑے جائیں اور جب ایسی تمام بدعتیں روا رکھی جائیں، جن کی تفصیل گزر چکی ہے اور جب شہر چھوڑ کر بھی جان نہ چھوٹے تو اس وقت مدافعت شرافت اور جنگ ایک مقدس فرض ہے۔ اس مقدس فرض کا نام جہاد ہے، جہاد سے گریز بزدلی ہے۔ بزدل کی دنیا تباہ اور عاقبت برباد ہے۔ قوم کے غدار کا کوئی عذر مسموع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اے عزیزو! اپنے دلوں میں جذبۂ جہاد کی پرورش کرو۔ عمر میں کم از کم ایک دفعہ افواج میں شریک ہو کر جنگ کرو۔ اگر زندگی میں ناممکن ہے تو بدرجۂ اقل جہاد کی آرزو لے کر ہی مرو۔

یہ بات پورے طور پر ذہن نشین کر رکھو کہ ایثار اور قربانی ہی دینِ مبین کی جان ہے۔

جو شخص دوسروں کی خوشی، راحت اور آرام پہنچانے کے لئے اپنے وقت، مال اور جان کی قربانی کا خوگر نہیں، وہ عاقبت کا رخوشی، راحت اور آرام سے محروم کر دیا جائے گا۔ دوسروں کی خدمت کا متلاشی شریف آدمی ہے۔ قیاس کرو، اس مجاہد سے بہتر کون ہے جو مال اور املاک کو چھوڑے، بال بچوں سے منہ موڑے اور اپنا خون دوسروں کی حفاظت کے لئے گرائے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفوں کے ہاتھوں وطن چھوڑ کر بھی امن نہ پایا تو ناچار مدافعت کے لئے ہتھیار اٹھانے پڑے، بدر کے میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ قریش ایک ہزار کے لاؤلشکر سے پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں۔ سو سواروں کا رسالہ ہے۔ سب رؤسائے قریش ہمراہ ہیں، رسد رسانی کا پورا سامان ہے۔ جنگ کی تدبیر سے واقف قریش میدان کے بہترین مقامات پر قابض ہو چکے تھے۔ محبوبِ خدا نے دیکھا کہ دشمنانِ دین میدان کے مناسب موقعوں پر قابض ہیں۔ جس طرف مسلمان آ کر اترے، پانی کی قلت اور ریت کی کثرت تھی۔ پاؤں ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔

خبابؓ بن منذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کی کہ "اس مقام کا انتخاب وحی کے مطابق ہے یا جنگی تدبیر؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنگی تدبیر۔" خبابؓ نے کہا "تو بہترین جنگی تدبیر یہ ہے کہ ہم بڑھ کر اس چشمہ پر قبضہ کر لیں۔" آپ ﷺ کو یہ رائے پسند آئی اور مسلمانوں نے چشمہ پر قبضہ کر لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی آزادیِ رائے کے بڑے قدردان تھے۔ وحی کی صورت میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود مجبور ہوتے تھے۔ تدبیر کے معاملے میں مشورہ قبول فرما لیتے تھے۔ سلیم الفطرت صحابہ وحی کے حامل پیغمبر ﷺ کے حضور میں بڑی جرأت سے رائے دیا کرتے تھے اور سرورِ دو عالم مناسب رائے کو خوشی سے قبول فرما لیا کرتے تھے۔

آج کل کے ہادیانِ طریقت اور حامیانِ شریعت اپنے حضور میں لب کشا ہونے کو بھی زبان درازی سمجھتے ہیں۔ بہت سے باپ ہیں جن کے سامنے اولاد دم نہیں مار سکتی۔ بہت جابر خاوند ہیں جن سے بیوی ڈرتے ڈرتے کلام کرتی ہے۔ گویا اس شاہِ مطلق کی موجودگی میں گھر بھر غلام زادوں کی منڈی ہے۔ لوگ ایسے گھر کو مہذب گھر سمجھتے ہیں۔ اولوالعزم پیغمبر نے اپنی امت کو آزادیِ رائے کا سبق دیا۔ آزاد قوم پیدا ہوئی۔ ہم بیوی بچوں کی بات سننا پسند نہیں کرتے۔ اس سے غلامانہ ذہنیت رکھنے والی نسل کی افزائش کرتے ہیں۔

یہ لوگ نہیں جانتے کہ کمزور جسم اور کمزور دل کے آدمی سے عمدہ اخلاق اور اعمال کی توقع نہیں ہو سکتی۔

جو موقع جس قدر نازک اور اہم ہوتا ہے، اسی قدر آزادیِ رائے اور بے باکی ضروری ہے۔ خبابؓ بن منذر کی اس رائے سے ایک بڑی مصیبت سے نجات مل گئی۔ پیاس بجھانے کا سامان ہو گیا۔ اس کے علاوہ خدائے پاک نے نیک دل مجاہدوں پر احسان کیا۔ اس وادیٔ غیر ذی زرع میں خلافِ توقع بادل اٹھا اور جی کھول کے برسا۔ اس سے ایک تو ریت بیٹھ گئی اور مسلمانوں نے مینہ کے پانی کو روک کر حوض بنائے، جو نہانے دھونے کے کام آئے۔ دوسرے دشمن کے لئے یہ بارشِ بارانِ زحمت ثابت ہوئی۔ لڑائی کا مقام جو انھوں نے منتخب کیا تھا وہ ریتیلی زمین نہ تھی۔ اس لئے زیادہ بارش کی وجہ سے وہ زمین

نقل وحرکت کے ناقابل ہوگئی۔ تاہم ساز وسامان سے محروم اور تعداد میں قلیل مسلمان سامنے تھے۔ قریش اپنے زعم باطل میں ان کو مار بھگانا اپنے بائیں ہاتھ کا کرتب سمجھے بیٹھے تھے۔ بعض صلح جو قریش کی کوششیں ابوجہل کی حجت تراشی کے باعث ناکام ثابت ہوئیں۔

حکیم ابن حزام جو صلح کل اور مائل بہ اسلام تھا، سردار فوج عتبہ کے پاس گیا کہ ”حضرمی کا خون بہا آپ ادا کردیں۔ رہتی دنیا تک آپ نیک نام رہیں گے۔ اس طرح باہمی خون ریزی رک جائے گی۔ آپ کا بول بالا ہوگا۔“

نیک نفس عتبہ بولا: ”مجھے منظور ہے۔“

حکیم یہ خوش خبری لے کر ابوجہل کے پاس پہنچے۔ وہ ترکش سے تیر نکال چکا تھا، بولا کہ ”معلوم ہوگیا کہ عتبہ ہمت ہار بیٹھا“ ادھر حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا ”لو بھائی، تمہارا خون بہا سامنے آ کر ٹلا جاتا ہے“ عامر نے دستور عرب کے مطابق نالہ وشیون کا آغاز کیا۔ واعمرہ واعمرہ کہہ کر کپڑے پھاڑے، خاک اڑا کر سر پر ڈالی۔ اس طرح صلح کی کوشش پر پانی پھر گیا۔ آتش انتقام سینوں میں بھڑک اٹھی۔ جنگ کی آگ فوج میں مشتعل ہوگئی۔ عتبہ کے سینے میں ابوجہل کا طعنہ ترازو ہوگیا۔ وہ ہتھیار لے کر بھائی اور بیٹے کے ہمراہ پہلے میدان میں اترا اور مبارز طلب ہوا۔ انصار میں سے عوف، معاذ، عبداللہ بن رواحہ مقابلہ کو بڑھے۔ عتبہ نے کہا: ”یہ ہمارے پلے کے نہیں۔ ان کو بھیجو جو ہمارے جوڑ کے ہوں۔“ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یہ تینوں انصار لوٹا دیے گئے۔ اور حضرات حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہؓ مقابل ہوئے۔

لو، کفر اور اسلام کی فیصلہ کن جنگ ہوا چاہتی ہے۔ مہابھارت کے یدھ میں بہادر ارجن نے عزیز واقارب کو دوران محاربہ میں صف بہ صف مقابل دیکھا تو جی چھوڑ دیا اور ہتھیار رکھ کر شری کرشن سے بولا: ”مہاراج! آج میرا من چنچل ہے۔“ لیکن بدر کے میدان میں خدا کے سپاہیوں میں سے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے نہ کہا کہ بھائی بندوں کے مقابلہ میں ہتھیار باندھنے پر من نہیں مانتا۔ آج باپ بیٹے سے الجھ گیا۔ بھائی بھائی سے ٹکرا گیا۔ جگر گوشے تلواروں کے گھاٹ اترتے نظر آئے۔ سروں کے ڈھیر دکھائی دینے لگے۔

آہ! جنگ ایک ناگزیر برائی ہے۔ عقل انسانی نے خونریزی کا انسداد آج تک خونریزی سے ہی کیا ہے۔ اگر ہاتھ باندھنے سے صلح ممکن ہوتی تو مسلمانوں کا سردار سب کا منت پذیر ہوتا۔ لیکن جب تک دنیا میں ابوجہل موجود ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی کام نہیں آسکتی۔

نمازی اور غازی:

قومی خطرے کے وقت انفرادی نیکی کی قیمت بہت کم رہ جاتی ہے، جو عبادت گزار اور نیک شعار خطرے کے وقت سینہ سپر نہیں ہوتا، اس کی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔ سچا مذہب وہ ہے جو انسان میں انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی خوبیاں پیدا کرے۔ یعنی امن کے وقت دوستوں کا محبوب ہو اور جنگ کے وقت غنیم کا دشمن ہو۔ ہر مذہب کی ابتدا میں انفرادی نیکی کے ساتھ اہل مذہب میں جنگی سپرٹ کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ جوں جوں اہل مذہب میں مذہبی روح فنا ہوتی جاتی ہے، قومی اور ملکی خطرے کے وقت وہ گوشوں میں پناہ پاتے ہیں۔ دشمن میدان خالی پاکر ملک کا امن برباد کردیتا ہے اور اہل وطن کے مال ودولت پر قبضہ جمالیتا ہے۔ بدر کے اللہ والوں کی زندگیوں کو دیکھو، نماز کے وقت پانی سے وضو کرتے تھے۔ جنگ میں خون سے ہولی کھیلتے تھے۔ رات کو مصلوں پر بیٹھتے تھے تو دن کو گھوڑوں کی پیٹھوں پر دکھائی دیتے تھے۔ دیکھو جب تک مسلمانوں میں انفرادی اور اجتماعی نیکی موجود رہی، وہ دنیا میں سرفراز رہے اور جب سے ملی اور ملکی خطرے کے وقت نفلی عبادتوں میں مصروف ہونے لگے، دنیا کے ہر گوشے میں اسلام بے توقیر ہو کر رہ گیا۔

یاد رکھو، امن کے وقت مخلوق سے حسن سلوک اور حسن معاملہ کا نام اسلام ہے۔ جنگ کے وقت سرفروشی سچا دین ہے، جو امن اور جنگ دونوں حالتوں میں مذہب کا فرمانبردار رہتا رہے گا فلاح پائے گا۔ جو امن کے وقت بدمعاملہ اور بدقماش ہوگا، خطرے کے وقت جان چرائے گا وہ آخرت میں سزا پائے گا۔ جس قوم کے افراد امن کے ایام میں بدکردار اور ناہنجار ہوں گے اور خطرے کے وقت گھبرا جائیں گے۔ وہ دنیا کی حکومت سے محروم کردیے جائیں گے۔ ان پر ان سے بہتر قوم حاکم کردی جائے گی۔

مسلمان ہرچند تعداد میں کم تھے اور کفار ساز وسامان میں ان پر فائق تھے، لیکن سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک جان باز تھا، کوئی بھی غدار نہ تھا۔ قریش کے دل میں محض غرور اور جذبہ انتقام تھا، مسلمانوں کے پیش نظر دنیا کی سرداری اور عاقبت کی فلاح تھی۔ پھر مقابلہ کیا تھا۔ عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور ولید حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کردیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کیا اور حضرت عبیدہؓ کو کندھوں پر اٹھا لائے۔

عفرا کے بیٹے حضرت معوذؓ اور معاذؓ کم عمر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں بوجہ خوردسالی ان بچوں کی جنگ میں شمولیت ٹھیک نہ تھی۔ مگر دونوں کو جنگ میں جانے پر اصرار تھا۔ آخر دونوں کو اجازت مل گئی۔ جب عام حملہ شروع ہوا اور گھمسان کا رن پڑا تو دونوں لڑکوں نے حضرت عبدالرحمن بن

عوفؓ سے آ کر پوچھا ''چچا! رسول اللہ کا دشمن ابوجہل کون سا ہے؟'' حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اشارہ سے بتایا۔ لڑکے شیر کی طرح جھپٹے، شمشیر سے وار کیا، قبل اس کے کہ وہ ہوش سنبھالے، بے ہوش ہوکر زمین پر گر گیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے باپ کو خاک میں تڑپتے دیکھ کر عقب سے آ کر معاذ پر حملہ کیا۔ معاذ کا بازو کٹ کر بس ایک تسمہ لگا رہا۔ معاذؓ نے پلٹ کر عکرمہ کا پیچھا کیا۔ وہ جان بچا کر بھاگا۔ معاذؓ نے اپنے بازو کو پاؤں کے نیچے دبا کر جھٹکا دیا۔ تسمہ الگ ہوگیا اور ایک ہی بازو سے خدائے واحد کی راہ میں لڑتا رہا۔

جب قریش نے دونوں سرداروں یعنی عتبہ اور ابوجہل کی لاشوں کو خاک میں پڑا پایا تو ان کے پاؤں متزلزل ہوگئے۔ بعض نے جنگ بے سود سمجھ کر سپر ڈال دی۔ اسیری کو آزادی پر ترجیح دی۔ اس جنگ میں ستر قریش کام آئے۔ اور چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ ستر کے قریب قریش گرفتار ہوئے۔ چودہ شہداء کے خون نے اسلام کی جڑ کو مضبوط کردیا۔ اگر ان بہادروں کے سرخ خون کے قطرے زمین پر نہ گرتے تو دنیا میں اسلام کا نشان باقی نہ رہتا۔ یہ مٹھی بھر مسلمان جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر نہ نکلتے تو نہ ان کی جان بچتی، نہ عورتوں کی عزت محفوظ رہتی۔

بہادروں کی موت دینِ اسلام کی حفاظت کا باعث بن گئی، دنیائے اسلام ان بہادروں کی کس قدر احسان مند ہے۔

## اسیرانِ جنگ:

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسنِ سلوک صرف اسلام کا امتیازی قانون ہے، جنگ بدر کے تمام قیدی صحابہ میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم ہوگئے۔ حکم ہوا کہ ان کو آرام سے رکھو اور اچھا سلوک کرو۔ صحابہؓ نے اپنے مہمانوں سے بہت اچھا سلوک کیا، اپنے سے اچھا کھلایا۔

ابوعزیز کا بیان ہے کہ جس انصاری کے گھر میں، میں قید تھا، وہ صبح و شام میرے لئے روٹی لاتے اور خود کھجوروں پر اکتفا کرتے تھے۔ اس حسن سلوک سے شرمندہ ہوکر روٹی واپس کرنے کی سعی کرتا، مگر اہل خانہ نہ مانتے۔ ایک شخص سہیل نامی اسیر ہوکر آیا، بڑا چست زبان اور آتش بیان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکثر زہر اگلا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جوشِ عقیدت میں آ کر عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے دو نچلے دانت اکھڑوا دیجئے، تاکہ اس کی قوتِ بیانیہ کا خاتمہ ہوجائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ! اگر میں اس کا کوئی عضو بگاڑ دوں گا تو باوجود نبوت کے خدا میرا کوئی عضو بگاڑ دے گا۔ اسیران جنگ کے کپڑے میلے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجلے کپڑے بدلوائے۔ غرض دشمنوں کو دوستوں کی طرح رکھا، دولت مند اسیروں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ نادار قیدیوں کو حکم ہوا کہ وہ دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تاکہ مسلمانوں میں تعلیم بڑھے اور قیدیوں کو آزادی نصیب ہو۔

آج کون ہے جو اس مجسمۂ رحم کی پیروی کرے اور اسلام کی شان کو دوبالا کرے۔ آج کل کے مسلمان امراء مسلمانوں کو ملازم رکھتے ہیں مگر اسیروں سے بدتر سلوک کرتے ہیں۔ میں نے بعض امیروں کے گھروں میں چھوٹے چھوٹے لڑکے ملازم دیکھے ہیں جن کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بچا کھچا کھانا، پھٹا پرانا کپڑا، رات دن کی محنت ان کی قسمت ہے۔ تعجب ہے کہ جو مذہب اسیروں سے حسنِ سلوک کا روادار ہے، وہ ملازموں سے موجودہ سلوک کا متحمل کب ہوسکتا ہے۔ آج کل ملازموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا، اپنی طرح کپڑا پہنانا تو کجا، تلطف اور مہربانی سے پیش آنا ناممکن بات تصور کی جاتی ہے۔

جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی تعلیمی سرپرستی دیکھو، کہ اسیران جنگ سے اگر کوئی خدمت لی تو تعلیم پھیلانے کی۔ آج کل دروازہ پر علم کی گنگا بہتی ہے مگر مسلمان اکثریت اس سے محروم ہے۔ محلوں کے امراء اور گاؤں کے مکھیا عزیز و اقارب کی تعلیم سے غافل ہیں۔ علم کی دولت ملک میں مفت لٹ رہی ہے مگر مسلمان بہرہ اندوز نہیں ہوتے۔ علم کی دولت ورثہ میں نہیں مل سکتی۔ ہر بچہ جاہل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے آنے والی نسل کی تعلیم کا فرض موجودہ نسل پر عائد ہوتا ہے۔ جو اس فرض میں کوتاہی کا باعث ہوتا ہے، وہ آنے والی نسل کی ترقی، خوشحالی اور مسرت کو فنا کرتا ہے۔ اس فرضِ عظیم سے بے پروا فلاح نہیں پاسکتا۔ جو اپنی غفلت کے باعث آئندہ نسلوں کو مسرت سے محروم کرتا ہے وہ آنے والی دنیا میں بھی مسرت سے محروم رہے گا۔ علم اور آدمیت ایک ہی شے ہے۔ آئندہ نسلوں کو علم سے محفوظ رکھنے کی غلطی نہ کریں۔ علم کی قدر و قیمت کو خود سمجھنا اور زیورِ علم سے اپنے بچوں اور ہمسایوں کے بچوں کو آراستہ کرنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بابرکت سنت ہے۔

بہادروں کے لئے شکست موت سے بدتر ہوتی ہے، بدر کی خبر مکہ پہنچی تو شہر ماتم کدہ بن گیا۔ عزیزوں کی موت کے غم کے علاوہ دنیا میں شکست رسوائی کا بھی باعث تھی۔ تاہم قریش کی قومی غیرت رونے کی متحمل نہ ہوئی۔ اس لئے منادی کردی کہ جو اس مصیبت میں روئے وہ بزدل۔ اہل قریش کا یہ سکوت غلام قوموں کی خاموشی نہ تھی بلکہ ذلت کا احساس اور انتقام کا عہد تھا۔ رو کر انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے والی قوم نے کب فتح پائی ہے۔ قریش نے رونے دھونے کی ممانعت اسی لئے کی تھی کہ آتشِ انتقام سلگتی رہے تاآنکہ مسلمانوں کے خون سے یہ آگ بجھائی جائے۔ ☆☆

# رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۲۲)

حافظ عبید اللہ

**جواب نمبر 3**...... سکھوں کے مذہبی پیشوا ''گرونانک'' کے ''چولہ'' کا آسمان سے نازل ہونا مرزا قادیانی کو تسلیم ہے اور اسے آگ نے نہ جلایا، تو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر آنے جانے سے یہ کرہ ناریہ یا زمہریریہ کیوں مانع ہے؟ مرزا قادیانی نے لکھا تھا:

''بعض لوگ انگد کے جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کرکے کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس کی قدرتوں کی کسی نے حد بست نہیں کی کون انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں صرف اتنی ہی ہیں اس سے آگے نہیں۔''

(ست بچن، رخ10، صفحہ 157)

گرونانک کے اسی چولے کے بارے میں مرزا قادیانی نے یوں کہا:

اسی کا تو تھا معجزانہ اثر
کہ نانک بچا جس سے وقت خطر
بچا آگ سے اور بچا آب سے
اسی کے اثر سے نہ اسباب سے

(ست بچن، رخ10، صفحہ 162)

مرزا قادیانی نے گرونانک کے اس چولے کی تصویر بھی اپنی کتاب میں بنائی ہے (دیکھیں: رخ 10، صفحہ 172)، اگر گرونانک اپنے اس چولے کی وجہ سے آگ سے بچ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اس نارے کرے سے نہیں بچا سکتے؟۔

**جواب نمبر 4**...... جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ نے آگ کو ٹھنڈا کردیا (جو مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے جیسا کہ پہلے گزرا)، اسی طرح اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کرہ ناریہ کو ٹھنڈا کردیا۔

**جواب نمبر 5**...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور پھر نازل ہونا خود مرزا قادیانی بھی انجیل کے حوالے سے تسلیم کرتا ہے، چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے:

''اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے: اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے''۔ دیکھو متی باب 24 آیت 30۔'' (مسیح ہندوستان میں، رخ 15، صفحہ 38)

مرزا قادیانی نے انجیل کی اس بات کو تسلیم کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس نے اس کی یہ مضحکہ خیز تاویل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا مطلب ہے کہ ایسے دلائل اور شہادتیں پیدا ہوجائیں گی جو آپ کی الوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کردیں گی (رخ 15، صفحہ 39) جبکہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ انجیل متی کا جو حوالہ خود مرزا نے پیش کیا اس میں صاف طور پر یہ بیان ہے کہ انسان کا بیٹا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) قدرت وجلال کے ساتھ آسمان سے آئے گا اور دنیا دیکھے گی، مرزا قادیانی کی ذہنی حالت کا اندازہ آپ خود کرلیں۔

**جواب نمبر 6**...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اور بنی اسرائیل کی خواہش پر بچے

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

سجائے دسترخوان کا آسمان سے نازل ہونے کا ذکر قرآن کریم میں ہے اسی وجہ سے قرآن کی اس سورت کا نام ''سورۃ المائدہ'' ہے، اس دسترخوان یا مائدہ پر ناری یا زمہریری کرّوں نے کوئی اثر نہ کیا تو جس ہستی کی دعا سے اللہ نے یہ مائدہ نازل فرمایا اس کے لئے یہ کرّے کیوں بے اثر نہیں ہوسکتے؟۔

**جواب نمبر 7......** ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اپنے جسم مبارک کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے اور پھر لوٹے بھی، جس طرح آپ کے جسم مبارک پر ان ناری یا زمہریری کرّوں کا کوئی اثر نہ ہوا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نہ ہوا اور نہ نزول کے وقت ہوگا، مرزا قادیانی تسلیم کرتا ہے کہ تمام صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات جسم سمیت آسمان پر تشریف لے گئے، چنانچہ لکھتا ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا جیسا کہ مسیح کے اُٹھائے جانے کی نسبت اس زمانے کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ3، صفحہ 247)

پھر اگلے ہی صفحہ پر لکھا:

''ہم ہتکّی اور تدبر سے خوب غور کرو کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھ جانا اور پھر جسم کے ساتھ اُترنا ایسا عقیدہ نہیں ہے جس پر صدر اوّل کا اجماع تھا اور بعض صحابی جو اس اجماع کے مخالف قائل ہوئے کسی نے ان کی تکفیر نہیں کی۔'' (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ3، صفحہ 248)

ہمارا مقصد یہ حوالے پیش کرکے صرف یہ بتانا تھا کہ مرزا قادیانی کو تسلیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات جسم سمیت آسمان پر جانا اور پھر واپس تشریف لانا صحابہ کرام اور صدر اول کا اجماعی عقیدہ ہے، لیکن یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے جس کی طرف مرزا قادیانی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ ''بعض صحابی اس اجماع کے مخالف تھے''، یہ بات سراسر غلط اور جھوٹ ہے، کسی صحابی یا صحابیہ سے مستند طریقے سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا انکار کیا ہو، کچھ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور صحابی رسول حضرت معاویہؓ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ انہوں نے معراج جسمانی کا انکار کیا ہے، لیکن اس بات کی کوئی صحیح سند موجود نہیں، نیز جس وقت واقعہ معراج ہوا حضرت عائشہ صدیقہؓ اس وقت تک بچی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی تھیں، نیز حضرت معاویہؓ واقعہ معراج کے وقت ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، لہٰذا ان دونوں حضرات کی طرف یہ نسبت بالکل غلط ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے منکر تھے، نیز اگر بالفرض یہ نسبت صحیح بھی ہو تو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب قول میں یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو معراج کروائی گئی اور جسم زمین پر ہی رہا، یعنی آپ کی روح جسم سے نکال کر لے جائی گئی، خواب یا کشف میں معراج کا ذکر وہاں بھی نہیں، جبکہ مرزا قادیانی نے صحابہ کرامؓ کے اجماعی عقیدے کے برعکس نیز حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف اس غیر مستند قول کے بھی برخلاف یہ لکھا کہ معراج صرف ایک کشفی نظارہ تھا، آپ کا جسم اور روح مبارک دونوں زمین پر ہی رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ نے صبح قریش مکہ کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ میں رات کو مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے آسمانوں پر گیا تھا تو انہوں نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کردیا کیونکہ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اتنے کم وقت میں اتنا لمبا سفر کیسے ہوسکتا ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعویٰ فرمایا ہوتا کہ میں خواب میں بیت المقدس یا آسمانوں پر گیا تھا، یا یوں فرمایا ہوتا کہ مجھے ایک کشفی نظارہ دکھایا گیا کہ میں بیت المقدس میں یا آسمانوں پر ہوں تو اس بات کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ یہ بات ایسی ہے جو عقل میں نہ آسکے، انسان خواب میں کچھ بھی دیکھ سکتا ہے، لہٰذا کفار مکہ کا آپ کے اس دعویٰ


سو سال سے زائد بہترین خدمت

ESTD 1880

ABS

ABDULLAH BROTHERS SONARA

عبداللہ برادرز سونارا

Formerly: H. Elyas Sonara

Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

کا انکار ہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپ نے یہی دعویٰ فرمایا تھا کہ میں جسم سمیت اور حقیقت میں بیت المقدس اور آسمانوں کے اوپر سے ہو کر آیا ہوں۔

نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں یہ روایت مروی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی سیر کروائی گئی، جب آپ نے لوگوں سے یہ واقعہ بیان فرمایا تو کچھ لوگوں نے اسے جھوٹ سمجھا اور کچھ نے تصدیق کی، جنہوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: آپ کے ساتھی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ انہیں راتوں رات بیت المقدس لے جایا گیا، صدیق اکبرؓ نے فرمایا: اگر انہوں نے ایسا فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے، لوگوں نے کہا: کیا آپ ان کی اس بات کو سچا سمجھتے ہیں کہ وہ راتوں رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس بھی آگئے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں تو ان کی اس سے بھی زیادہ دور کی بات میں تصدیق کرتا ہوں، وہ جو صبح وشام آسمان کی خبر بتاتے ہیں میں اس میں بھی ان کو سچا سمجھتا ہوں، اسی وجہ سے آپ کو صدیق کہا گیا۔''

(مستدرک حاکم، حدیث نمبر 4407، امام ذہبیؒ نے اس روایت کو صحیح فرمایا ہے)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب یا کشف میں بیت المقدس جانے کی بات فرمائی ہوتی تو لوگوں کو اس میں متردد اور حیران ہونے اور صدیق اکبرؓ کے پاس آنے اور پھر آپؓ کی تصدیق کا کوئی مطلب نہیں بنتا کیونکہ خواب میں تو انسان کہیں بھی جاسکتا ہے، الغرض حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب اس بات کی کوئی قابل اعتبار سند موجود نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ آپ معراج جسمانی کی منکر تھیں۔

**جواب نمبر 8**......مرزا قادیانی نے تو یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ انسان چاند پر بھی نہیں جاسکتا، لیکن مرزا کی یہ بات جھوٹ ثابت ہوئی آج انسان چاند پر پہنچ چکا ہے، چنانچہ مرزا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم سمیت آسمان پر جانے پر اپنی عقل کے مطابق جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سے ایک اعتراض یوں لکھا ہے:

''از انجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول، رخ3، صفحہ 126)

قادیانیوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ یہ حقیقت تسلیم کریں کہ انسان کرۂ ماہتاب یعنی چاند پر جاسکتا ہے، نیز انسان ''کے ٹو'' جیسی چوٹی پر بغیر آکسیجن کے بھی پہنچا ہے، اگر وہ یہ سچ تسلیم کرلیں گے تو مرزا قادیانی اوپر منقول اپنی تحریر کے مطابق جھوٹا ثابت ہوتا ہے، لہٰذا اگر انسان چاند پر صحیح سلامت پہنچ سکتا ہے تو اللہ اپنے نبی کو آسمان پر کیوں نہیں لے جاسکتے؟

**شبہ نمبر 6**

**عیسائیوں کا اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا**

قادیانی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ''لعن اللّٰہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد'' اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ (صحیح مسلم وغیرہ)، اس حدیث میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کا الگ الگ ذکر ہے، اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عیسائی بنے ہی تب جب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا، اس سے پہلے وہ بھی یہودی تھے تو صرف عیسائیوں کے تو ایک ہی نبی ہوئے عیسیٰ علیہ السلام، اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا تقاضا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو سجدہ گاہ ضرور بنایا ہو ورنہ یہ حدیث نعوذ باللہ جھوٹی ہو جائے گی، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر بھی ہے۔

(جاری ہے)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

# معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے،عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے،اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں ؛ سندیدگی کی سند لینے لگی،جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص،صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

(۳۲)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنے امام معصوم حمید الدین فراہی کا حوالہ بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے حمید الدین فراہی صاحب کہتے ہیں ''مذکورہ بالا تفصیل سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ سورہ بقرہ کی زیر بحث آیت کا تعلق تمام تر ادیان سابقہ سے ہے اور اس میں جس نسخ کا حوالہ ہے اس کی ضرورت اور اس کی حکمت اس قدر واضح ہے کہ کسی انصاف پسند کے لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے رہا یہ سوال کہ اسلامی شریعت میں بھی نسخ ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ہمارے یہاں تین گروہ ہیں۔(تدبر قرآن ص:۲۶۹)

تبصرہ:

نسخ کے بارے میں فراہی واصلاحی وغامدی صاحبان امت کے جمہور علماء سے بالکل الگ تھلگ راستے پر جو گامزن ہیں وہ تو ایک الگ داستان ہے لیکن یہاں ایک الگ مصیبت سامنے آگئی کہ اس نسخ سے مراد ادیان سابقہ کا نسخ ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ کس نے لکھا ہے اس کی دلیل کیا ہے اور اس نسخ کے قرآن میں ذکر کرنے میں فائدہ کیا ہے؟ اور اس کے بعد اس کے متبادل کی ہمیں کیا ضرورت ہے ہمارے پاس کامل ومکمل دین موجود ہے یہ کسی سے تبادلے میں ہمیں نہیں ملا ہے الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تسلی دے رہے ہیں کہ امت محمدیہ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہودیت ومسیحیت اگر منسوخ ہوگئی تو تم کو اس کے بدلے میں اچھا دین ملا ہے سوال یہ ہے کہ یہودیت ومسیحیت کے منسوخ ہونے پر ہم نے افسوس کب کیا ہے ہم تو اس محرف ادیان کے منسوخ ہونے پر بہت خوش ہیں پھر تسلی کی کیا ضرورت ہے۔اصلاحی صاحب اندھے کی لاٹھی مار رہے ہیں۔

## اصلاحی صاحب کا شاذ نظریہ نمبر۱۲

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی﴾ (بقرہ: آیت۱۲۵)

اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ(ترجمہ شیخ الہند)

اصلاحی صاحب کا ترجمہ یہ ہے کہ حکم دیا کہ مسکن ابراہیم میں ایک نماز کی جگہ بناؤ۔یہ ترجمہ غلط ہے آگے اصلاحی صاحب اس سے اپنا مطلب نکال لائے گا چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں یہاں آیت میں مقام ابراہیم کا لفظ آیا ہے مقام سے کیا مراد ہے؟ علماء تفسیر سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد وہ پتھر ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے مراد حرم کا پورا علاقہ ہے اس گروہ نے مقام کے لفظ کو کسی مخصوص کھڑے ہونے کی جگہ کے بجائے مسکن ومستقر کے مفہوم میں لیا ہے ہمارے نزدیک یہی تاویل صحیح ہے۔(تدبر قرآن:۲۸۵)

تبصرہ:

گویا فراہی اور اصلاحی اور غامدی صاحبان کے نزدیک جو تفسیر ہے وہی صحیح ہے اس کے علاوہ تفسیر غیر صحیح ہے صحیح صرف یہی تفسیر ہے جو اصلاحی وفراہی کو پسند ہے جس سے جمہور مفسرین کی مشہور تفاسیر اور سلفاً وخلفاً امت کے اجماعی عقیدہ اور مستند تاریخ کے مستند حوالے اور صحیح احادیث کی واضح تصریحات اور حضرت ابراہیم کے قدم کے کھلے نشانات یہ سب غیر صحیح قرار پا جاتے ہیں،شاذ اقوال کے پیچھے چلنے والوں کا یہی حشر ہے۔جواہر القرآن میں شیخ القرآن لکھتے ہیں اور مقام ابراہیم سے وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی ص:۱۶۷

علامہ روح المعانی لکھتے ہیں وَھُوَ قَوْلُ جُمْھُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ (روح المعانی ج۱ص:۳۷۹)

اصلاحی صاحب اگلے صفحات پر مزید تصریح کر کے لکھتے ہیں یہاں بیت اللہ کو مصلیٰ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے تو اس سے اس گھر کے اصل مقصد تعمیر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ نماز کا مرکز ہوگا۔(ص:۲۸۷)

(جاری ہے)

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت سے تعاون
شفاعتِ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ
پوری دُنیا میں قادیانیت کا تعاقب
قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدِباب
عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم
اِن تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لیے
زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات
عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کو دیجئے
نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔
اپیل کنندگان
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
امیر مرکزیہ
مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ
ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان
فون +92-61-4583486, +92-61-4783486
WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c # 0010010964680019
(ہمز کمرشل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK068ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT
Account # 0010010964710018
(ہمز کمرشل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.
رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت، ایم اے جناح روڈ کراچی
فون +92-21-32780337
فیکس +92-21-32780340